Regd. No. LW/NP56 FORTNIGHTLY Phone : 22948

TAMEER-E-HAYAT

Darululoom Nadwatululama, Lucknow (India)

آگیا یا ہوں کہ

یہ تو کا بھوں کی بات ہوئی، دوسری بات اس سانحے کی یہ ہے کہ مارکسی ازم اسکو میں خوب بڑا خوش نفت رہا ہے۔ ادھر جزم سے تو اسی کی تمام تر پالیسی پر عمل درآمد کرتا ہے اس لئے حالات کو کرنے کے لئے جدید حکام کو تو چھوڑ دی ہے، اور جو کیمونزم دنیا کے لاتک میں کیمونزم پھیلنے اور قوموں کو بدلنے میں شکست لاتی کھا رہی ہے۔

اسی طرح ہم کیمونزم کی پروپیگنڈہ جنگیں سے سنتے تھے کہ خونی انقلابات سرمایہ داروں اور قدامت پسندوں کے حصے میں جو دنیا کے مزدوروں کی مصلحت اسکے خلاف ہے !!! اب جو سنتے ہیں کہ مسلم ممالک میں خونی انقلاب ترقی یافتہ انقلاب ہے۔ اور کمیونزم وراثت پاکستان کے نقش قدم پر چل رہا ہے، حیرت اور اس کے ترقی یافتہ دلوں کی توجیہیں کیمونزم انقلاب کے مدعا میں مقالے پڑھے گئے، ریس نے اکسس کی لڑائی پڑھیوں کو اکھاڑ کر نئے نئے حد تکاش کئے، تاکہ ان جادوتوں کی نئی توجیہیں کی جائے جسے امریکی خارجہ پالیسی کے ارباب حل وعقد نے دوسرے طریقے سے اقدام رہا تھا مگر انہی اسباب کی بنا پر پس ماندہ ممالک کو ہلاک کرنا اور

وہاں اپنے قدم جمانا تاکہ میں الاقوامی

جنگ کے میں شطرنج کے مہرے بنے

ممالک کے ہاتھ میں رہیں۔

روس اپنی بنا سے اس وقت بیدار ہوا جب اسوں نے اس عجیب وغریب راز کا انکشاف کیا کہ جو جمہوری الاسلامی جو فاشسٹ فوجیں میں سے تھا (انہیں کے قول کے مطابق) وہ اپنی قوت اور زور کی بنا پر کیمونسٹ انقلاب کا مقابلہ کر گئے ہے یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے کیونکہ اسلام کا شعبہ ہے اس کے اس کا مقصد جدوجہد نہ تھی کرنا ہے۔ اسلامی انقلابات تو روس ترقی یافتہ ممالک میں اپنے قدم جمانا چاہتا ہے اور اپنا قصد چاہتا ہے مگر خدا کیمونسٹ بلاک کے سربراہ اور کارکنوں کے سر پر بھی مقصد حاصل ہو سکتا ہے، تو پھر یہ اس یونین کو خوشامد خوروں سے ڈرنے کے لئے فوجی انقلاب کی دکان اور فوجی حکام سے کیوں نہیں ملا دیتے ؟

اسی طرح ۱۹۱۸ء میں روس نے تو مذہب کو افیم سے بنایا تھا مگر انبیاء کی تاریخ میں عالم اور کے کارنامے بنتے رہا تھا، اور خدا اسی انداز کر کے خدا کے مجرمہ دوسرے ویسا بنا دیتا ہے اس کی تعلیم کو انقلاب میں خاص معنی ہیں۔ الجزائر

یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں ایک بزرگ مولانا کمال الدین زاہد تھے۔ ورع وتقویٰ اور دیانت وامانت میں درجہ کمال حاصل تھا علم وفضل میں یہ مرتبہ تھا کہ حضرت نظام الدین اولیاء کو ان سے تلمذ کی نسبت تھی۔ شاعری انہیں سنائی اور اجازت حاصل کی تھی۔ سلطان غیاث الدین بلبن مولانا کا بہت معتقد تھا اسے آرزو تھی کہ آپ کی امامت میں نماز ادا کیجئے ایک دن مولانا سے عرض کیا کہ مجھے آپ کے علم و دیانت پر پورا بھروسہ ہے اگر آپ امامت قبول فرمائیں تو بڑی عنایت ہو اور مجھے اپنی نمازوں کی قبولیت کا وثوق ہو جائے لیکن مولانا کی شان استغنا، اس ملازمت کو کیسے گوارا کر سکتی تھی فرمایا کہ ہمارے پاس نماز کے سوا اور کیا رہ گیا ہے کیا بادشاہ چاہتا ہے کہ اسے بھی ہم سے لے لے مولانا نے جواب کچھ اس بان سے دیا کہ سناٹا چھا گیا۔

سلطان علاء الدین خلجی کے جلال و جبروت کا حال کسے معلوم نہیں۔ ایک بار سلطان نے حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں اپنے بیٹے خضر خان کو بھیجا اور بعض امور سلطنت میں ان کی رائے چاہی۔ خضر خان نے حاضر ہو کر تحریر شاہی دست مبارک میں دی لیکن شیخ نے اسے مسطاور پھینکا کیا اور فرمایا کہ فقیروں کو بادشاہوں کے معاملات سے کیا سروکار ہیں فقیر آدمی شہر کے کنارہ گوشہ گیر ہوں اور مسلمانوں اور بادشاہوں کی دعا گوئی میں مصروف ہوں اگر بادشاہ نے اس کے بعد مجھے کچھ اس قسم کی تکلیف دی تو میں یہاں سے بھی چلا جاؤں گا۔ خدا کی زمین وسیع ہے۔ علاء الدین کو یہ خبر پہونچی تو بہت افتاد پیدا ہوا اور ملاقات کی خواہش کی لیکن شیخ نے پسند نہ کیا۔ سلطان نے پھر اصرار کیا تو فرمایا کہ اس ضعیف کے گھر میں دو دروازے ہیں اگر بادشاہ ایک دروازے سے داخل ہوگا تو میں دوسرے سے باہر نکل جاؤں گا کوئی قیمت نہیں اور اعتبار النہار ہر وقتی نے اپنے مقالہ ہو سنتر ۱۹۱۱ء کے شمارے میں تحلیل شائع کیا ہے۔ مقالے میں عجیب بات تو یہ ہے کہ فوجی پنج (سرسر) کی بنا ولی الدین الطالا اور مقالی کے لوگوں سے بھی مطابقت رکھتی ہے اسی کی بنا پر امریکی وزارت خارجہ اسی سے مالا مال ہے۔ یہ سکی ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ۔

"عرب انقلاب کے حالیہ دور میں مسلح فوجیں ایک اہم سیاسی کارنامہ انجام دے رہی ہیں، وہ بعض حالات میں تاریخی نوعیت کا بھی ہو جاتا ہے"

اور اسی پر روس انقلابی فوج کے دوش پر پروپیگنڈا عالمی تبصرہ نگاروں کا خیال ہے کہ افغانستان کا انقلاب روس ہی کا کارنامہ ہے اور اس سلسلے میں امریکیوں نے کوئی مداخلت نہیں کی اسلئے کہ امریکی اس سال ۱۹۱۱ء میں جلتی میں انقلاب دنیا میں اسی سے متعلق نے گئے تھے، اور جب بالیکا صدر کے قتل کرنے سے روس کو انہوں نے روکا تو اس نے مداخلت بھی نہیں کی۔ گویا کہ دو بڑی عالمی طاقتوں میں مشترک اور منفرد ممالک کو قدم جمانے کے سلسلے میں گٹھ جوڑ ہے۔

اور یہ بات اسی وقت عیاں

ہو گئی کہ افغانستان کے خونی انقلاب کا

مقصد کیا تھا جب کہ مسلمانوں کی لاشوں

کا معائنہ ہوا۔

اخیر میں اپنے مقالے کے اختتام پر اسلام کے رہنماؤں کو دوبارہ کہتا ہوں کہ وہ خود فنا ہو جائیں گے۔ اسلام کا ایک رب ہے جو اس کا محافظ ہے اور اسلامی تحریک کسی بھی ملک میں ان جنگوں کی بنا پر مرعوب نہیں ہو سکتی تو اور یہ ۸۰ C.I.A کی تحریب کاری ہو یا K.G.B کا کارنامہ، اسلامی تحریک کا مقصد قدم جمانا اور غلبہ کرنا نہیں، بلکہ خدا کی رضا اور زمین پر اس کی عالمیت کو عام کرنا ہے اور یہ صرف قربانیوں سے حاصل ہو سکتا ہے۔

(۱) الفتح وکلام الی (۲) شہادت

"فلیقاتل فی سبیل اللہ الذین یشرون الحیوۃ الدنیا بالآخرۃ ومن یقاتل فی سبیل اللہ فیقتل او یغلب فسوف نؤتیہ اجرا عظیما"

اے مسلمانو تو اللہ کی راہ میں لڑو جو لوگ بیچتے ہیں اخلاص کا خیال رکھو جو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا

اللہ اکبر

انہیں شیخ نظام الدین اولیاء یہ ایک واقعہ اور سنئے :۔

سلطان علاء الدین خلجی کے بعد اس کا بیٹا قطب الدین تخت نشین ہوا اس نے قلعہ سیری میں جامع مسجد بنوائی اور پہلے جمعہ میں تمام علماء و مشائخ کو دعوت دی کہ یہیں آ کر نماز پڑھیں اس دعوت پر اور سب لوگ جمع ہوئے لیکن حضرت نظام الدین شاہی مسجد نہیں گئے بلکہ کہلا بھیجا کہ ہمارے قریب مسجد ہے ہم وہیں نماز پڑھیں گے۔

ایک اور واقعہ سنئے سلطان قطب الدین نے اپنے زمانہ میں یہ رسم ایجاد کی کہ چاند رات کو تمام امرا و مشائخ اور اکابر دولت بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں اور ماہ نو کی مبارک باد پیش کریں سب سرخیل بادشاہ کے مطابق حاضر ہوئے لیکن شیخ نہیں گئے سلطان کو سخت ناگوار ہوا غصہ میں کہا کہ اگر آئندہ ماہ نہ آئے تو زبردستی لائے جائینگے لیکن دوسری چاند رات ابھی آئے بھی نہ پائی تھی کہ خسرو خان نے سلطان قطب الدین کو قتل کر دیا۔

ایک اور بزرگ کا قصہ سنئے :۔

شیخ عبد القادر جیلانی کو بادشاہ وقت نے بلا بھیجا لیکن شیخ کی شان استغنا نے جواب لکھ بھیجا ہے

ہیچ آب ازیں باب روئے گشتن نیست
ہر آنچہ بر سر ما میرود مبارک باد
کسیکہ خلعت سلطان عشق پوشیدہ است
بجلبائے ہشتی کجا شود دلشاد

تعمیر حیات میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

مقامِ نبوّت اور خود ساختہ اصطلاحات

سیاسی طرزِ فکر، جدید سیاسی اصطلاحات اور موجودہ زمانہ میں سیاست و ریاست کی اہمیت کا ذہن و فکر، طرزِ ادا اور تقریر و تحریر پر ایسا گہرا اثر پڑ رہا ہے، کہ دعوت اسلامی کے بعض داعی اور قائد اور بلند پایہ اہلِ قلم بھی اپنی تحریروں میں بے تکلف وہ سیاسی اصطلاحات اور تعبیرات استعمال کرنے لگے ہیں، جن کے ساتھ خاص مفاہیم و افکار پیوست اور ایک خاص تاریخ وابستہ ہے، اور جن کا ایک خاص پس منظر ہے، مزید برآں وہ اپنا ایک مخصوص و محدود مفہوم رکھتی ہیں اور انبیاء علیہم السّلام کی دعوت کی روح اور مزاج کی صحیح ترجمانی کرنے سے نہ صرف قاصر ہیں بلکہ مختلف قسم کی غلط فہمیاں، شکوک و بدگمانیاں پیدا ہونے کی بھی باعث ہوتی ہیں، مثلاً "انقلاب"، "جمہوریت"، "اشتراکیت"، اور "نظام" کے الفاظ کہ ان میں سے ہر ایک کا خاص مفہوم ہے، جس نے خاص حالات، ماحول اور حوادث و واقعات کے سایہ میں نشو و نما حاصل کیا ہے اور ارتقاء کی منزلیں طے کی ہیں، اور ان سے ایک خاص طرح کے تجربات و تاثرات وابستہ ہیں، جن کو ان سے جدا نہیں کیا جا سکتا ——

واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی دعوت، بعثت نبوی اور اس کے اثرات و برکات کے ذکر کے سلسلے میں قرآن مجید اور شرع و دین کی زبان نے جو تعبیر اور طرزِ ادا اختیار کیا ہے اسی کا اختیار کرنا مناسب ہے، اس لئے کہ وہ ہر طرح کی غلط فہمیوں اور کوتاہ اندیشیوں سے مبرا ہے، اور اسی سے دین کی صحیح روح اور اس کے اصل مزاج سے آشنائی پیدا ہوتی ہے۔

(کتاب "منصب نبوت اور اس کے حاملین" از۔ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی)

تعلیم القرآن

مولانا محمد واضح رشید ندوی

آخرت پر ایمان:

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۔ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں

ہم مسلمان اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ ایک دن یہ ساری دنیا مٹ جائے گی، اور ہم اپنے اللہ کے سامنے جائیں گے، جس نے اس دنیا میں اچھے کام کئے ہیں وہاں اس کو ان اچھے کاموں کا انعام ملے گا، اور جس نے بُرے کام کئے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو سزا دیں گے یا معاف کر دیں گے اسی کا نام آخرت ہے، اب سمجھنا چاہیئے کہ مسلمان وہ ہے جو ایک اللہ کو مانے، اللہ کے سارے رسولوں کو مانے، اللہ کی سب کتابوں کو مانے، اور اس کے فرشتوں کو مانے، اور یہ نہ مانے کہ یہ دنیا ایک دن ختم ہو جائے گی اور ہر آدمی کو اس کے اچھے یا بُرے کاموں کا خدا کے یہاں بدلہ ملے گا!

ایک شخص نے رسول اللہ (ان پر اللہ کا درود اور سلام ہو) سے پوچھا کہ ایمان کس کو کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ اللہ، اس کے فرشتہ، اس کے رسول، اس کی کتابوں اور قیامت کے دن کا یقین رکھو!

توحید

ولا تجعلوا مع اللہ الٰھا آخر ۔ اور اللہ کے سوا، کوئی اور معبود نہ ٹھہراؤ۔

اللہ ایک ہے، اکیلا ہے، اس جیسا دوسرا کوئی نہیں، مارنا، جلانا، روزی دینا، پیدا کرنا، تندرست کرنا، اولاد دینا، ایسوں کا پورا کرنا سب اسی کے ہاتھ میں ہے، اگر اللہ کی طرح کسی دوسرے میں یہ طاقت پائی جائے تو یہی شرک ہے، خدا نے فرمایا:

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ (نساء ۱۸) یقیناً خدا شرک کو معاف نہ کرے گا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تم چاہے قتل کر دئے جاؤ اور جلا دئے جاؤ مگر اللہ کے ساتھ شریک نہ کر، ایک شخص نے پوچھا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ فرمایا کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، حالانکہ وہی تمہارا پیدا کرنے والا ہے۔!

جن چیزوں کی وجہ سے لوگ شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں اسلام نے ان سے روکا ہے۔ اس سلسلہ کی چند ضروری باتیں یہاں لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ شرک کا بڑا ذریعہ، کسی خاص شخص کی حد سے زیادہ اس کا رتبہ بڑھانا ہوتے ہوتے آخر میں یہی چیز شرک بن جاتی ہے اور لوگ اس آدمی کو خدا کا درجہ دے دیتے ہیں۔

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، میری شان میں اتنی زیادتی نہ کرو، جس طرح یہود اور نصاریٰ نے اپنے رسولوں کی شان میں کیا ہے۔

ایک بار، ایک شخص نے آپ سے کہا، اے ہمارے آقا، اور ہمارے آقا کے بیٹے، اور اے ہم میں سب سے اچھے اور سب سے اچھے کے بیٹے؟ آپ نے فرمایا، لوگو پرہیزگاری اختیار کرو، شیطان تمہیں گمراہ نہ کرے، میں عبد اللہ کا بیٹا محمد ہوں، خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، مجھ کو خدا نے جو مرتبہ بخشا ہے مجھے پسند نہیں کہ تم مجھے اس سے زیادہ بڑھاؤ۔

۲۔ ہزاروں اور لاکھوں آدمی ہیں جو اچھی طرح جانتے ہیں کہ دیوتا، پیر، یا فقیر اور شہید دنیا کے پیدا کرنے والے نہیں، لیکن پھر بھی وہ ہر قسم کی ضرورتیں انہی کے سامنے پیش کرتے ہیں، انہی کے نام پر نذر و نیاز چڑھاتے ہیں، انہی پر نذر و نیاز چڑھاتے ہیں، حالانکہ خدا کے آگے کسی کی کچھ نہیں چل سکتی۔ حضور نے فرمایا، اے قریشیو! اے عبد المطلب کی اولاد! اے عباس! اے صفیہ! اے فاطمہ! میرے مال میں سے جو مانگو میں دے سکتا ہوں، لیکن خدا کے ہاں میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔

۳۔ قبروں پر لوگ سالانہ مجمع کرتے ہیں، دور دور سے سفر کر کے آتے ہیں، منتیں مانتے ہیں، نذریں چڑھاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا، تم سے پہلے لوگ قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ دیکھو میں تم کو منع کرتا ہوں کہ قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ میں وفات کے وقت چہرہ سے چادر الٹ دی اور فرمایا کہ خدا یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، ان لوگوں نے اپنے رسولوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

۴۔ جو ایسا طریقہ صرف خدا کے لئے مخصوص ہے، اگر وہ دوسروں کیساتھ برتا جائے تو یہ بھی شرک ہے جیسے سجدہ کرنا، یہ صرف اللہ کے لئے ہے، پیر، فقیر، تعزیہ، قبر اور کسی دیوتا کا سجدہ درست نہیں ہے۔

حسنِ انسانیت نے فرمایا

(فضائل اخلاق، مکارم و محاسن اعمال سے شجر ایمان کا نشو و نما ہوتا ہے، اور جو چیزیں ان کے خلاف ہیں وہ ایمان و اسلام کے خلاف ہیں)

- حسن خلق ہی دین ہے۔
- مسلمان بد خلق اور بخیل نہیں ہوتا۔
- ایمان، تحمل اور فراخ دلی کا نام ہے۔
- آدمی کو جو کچھ دیا اس میں سب سے بہتر خوش خلقی ہے۔
- اعمال کے میزان میں جو چیز سب سے بھاری ثابت ہوگی وہ حسن خلق ہے۔
- کامل الایمان وہ ہیں جن کے اخلاق پسندیدہ ہیں۔
- اخلاق کا اچھا ہونا، محبت الٰہی کی علامت ہے۔
- آدمی کی سعادت، حسن خلق اور شقاوت بد خلقی میں ہے۔
- بد خلقی نحوست ہے، بہت بُرا ہے وہ جو بد خلق ہے۔
- جو چیز سب سے زیادہ سبب مغفرت ہوگی وہ خندہ جبینی اور شیریں زبانی ہے۔
- جو نرمی سے محروم رہا وہ گویا ہر نیکی سے محروم رہا۔
- فضائل اخلاق میں اعلیٰ فضیلت یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو، جو تم سے بدسلوکی کرتے ہیں، اور انھیں دو جو تمہیں نہیں دیتے ہیں اور انھیں معاف کر دو، جو تمہیں ستاتے ہیں۔
- حسن خلق خدا کا سب سے بڑا انعام ہے۔
- بد خلقی آدمی کے اخلاق کو ایسا چوپٹ کرتی ہے جیسے سرکہ شہد کو مار دیتا ہے۔
- لوگو تمہارا مال تو سب کے لئے کافی نہیں ہو سکتا، لیکن تمہاری خوش خلقی سب کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔
- دنیا کی کوئی چیز تیرے پاس نہیں تو کچھ غم نہ کر، اگر یہ چار چیزیں تیرے پاس موجود ہیں، راست گفتاری۔ حفظ امانت۔ خوش خلقی۔ غذائے حلال۔
- حشر کے دن جب کوئی سایہ نہ ہوگا۔ یہ لوگ خاص سایۂ عرش کے نیچے ہوں گے۔ امام عادل جس نے جوانی میں عبادت کی، جس نے تنہائی میں خدا کو یاد کیا، جس کا دل مسجد میں لگا رہا، جس نے صدقہ دیا اور اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہوئی، جس نے خدا کے لئے محبت کی، جسے کسی خوبصورت عورت نے بلایا اور اس نے یہ کہہ دیا کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔
- جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں۔
- جو وعدہ کا پابند نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔
- امانت سے رزق بڑھتا ہے، خیانت سے افلاس لازم آتا ہے۔
- مشورہ بھی امانت ہے (مشورہ دیانت داری سے دیا جائے)
- تم سے کوئی مشورہ چاہے تو اسے مشورہ دو۔
- مومن سب کچھ ہو سکتا ہے جھوٹا اور خائن نہیں ہو سکتا۔
- جو شخص مذاق میں بھی جھوٹ سے بچا، میں اس کے جنتی ہونے کا ضامن ہوں۔
- جھوٹ، ایمان کو زائل کر دیتا ہے۔
- سچ کہو اگرچہ وہ کڑوا ہی ہو۔
- حق پر استوار رہو، خواہ یہ تمہارے نفس کے خلاف ہو۔
- فیاض خدا کا دوست ہے۔
- تمام بُری خصلتوں میں سب سے بُری دو خصلتیں ہیں، انتہائی بخل، انتہائی بزدلی۔
- سخی گنہگار، اللہ کے نزدیک بخیل عابد سے اچھا ہے۔
- سخی اللہ سے قریب، جنت سے قریب اور آتش دوزخ سے دور ہے۔

تعمیر حیات

لکھنؤ

۲۵ مئی ۱۹۷۶ء — ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

جلد نمبر ۱۳ — شمارہ نمبر ۱۲

زر اشتراک اندرون ہند مع محصول ڈاک:

سالانہ ۱۲۰ روپے، ششماہی ۷۰ روپے۔ فی پرچہ ۶۰ پیسے

بیرون ہند مع محصول ڈاک:

بحری ڈاک سے: ایک پاؤنڈ ۶ شلنگ

ہوائی ڈاک سے، امریکہ و کناڈا اور یورپین ممالک، ۳ پونڈ

افریقہ، مشرقی و وسطی اور مشرق بعید کے ممالک، ۲½ پونڈ

پاکستان: ۳۰ روپے

بنگلہ دیش: ۱۵ روپے

اس دائرے کا سرخ نشان ضروری اطلاع ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو گئی ہے۔ "تعمیر حیات" آپ اور آپ کے حلقۂ تعلق کی اہم ضرورت ہے — لہٰذا آئین فرصت میں آئندہ سال کے لئے زر اشتراک بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں یا پرچہ جاری رکھنے کا ارادہ نہ ہو تو مطلع فرمائیں۔ پندرہ دن میں زر اشتراک یا ممانعت کی اطلاع نہ آنے کی صورت میں پرچہ وی۔ پی سے روانہ کیا جائیگا۔ جس کی وصولیابی آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ وی۔ پی کے زائد مصارف خریدار کے ذمہ ہوں گے۔

براہ کرم خط و کتابت اور منی آرڈر کوپن پر اپنا مکمل پتہ اور نمبر خریداری ضرور لکھ دیا کیجئے۔

اس شمارے میں

مقام نبوت اور خود ساختہ اصطلاحات تعلیم القرآن۔ اداریہ "انصاف اگر صبر آزما" ہو حقی کی شرعی حیثیت۔ حافظے کی تربیت۔ تاریخ کے دریچے سے۔ اشعار و قصائد کی دینی حیثیت۔ طلاق میں تاخیر سے ۴۳ ہزار اموات۔ باپ کا خط بیٹے کے نام۔ غزل

مہتمم، چیف ایڈیٹر مسئول سید محمد حسنی نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی سے طبع کرا کر دفتر "تعمیر حیات" ندوہ پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: اسحاق جلیس ندوی

کتابت: جلال الدین البتوی الندوی

انصاف:۔ گراں، صبر آزما

اسحاق جلیس ندوی

سپریم کورٹ نے حال ہی میں ایک ایسے مقدمے کا فیصلہ کیا ہے جو تین صدیوں سے چل رہا تھا۔ جس کے مختلف مراحل میں یہ مقدمہ چوتھائی صدی تک کھنچتا رہا۔ نظام انصاف کی "خوبی" اور اس میں تکلیف دہ تاخیر کا ایک سلوز جلی نمونہ ہے۔ مقدمہ کا یوں تو فیصلہ اب ہوا، پر ۱۸۹۵ء سے چل رہا تھا۔ الہ آباد ہائیکورٹ نے اس فیصلے میں صرف ۱۲ سال لگائے۔ ایک جائیداد کے مقدمہ میں ایک کی مافوق عدالت کے فیصلے کے خلاف ۱۹۶۷ء میں ہائیکورٹ میں پیل ہوئی۔ مقدمہ بہت قریبی رشتہ داروں میں چل رہا تھا۔ سپریم کورٹ میں پیل کے لئے صرف سرٹیفکیٹ حاصل کرنے میں ۴ سال ختم ہو گئے۔ اس طرح پیل ۹ سال بعد سپریم کورٹ کے سامنے آئی۔

تین ججوں پر مشتمل پنچ جسکی سربراہی جسٹس پی۔ این بھگوتی نے کی انہوں نے کہا کہ اس طرح کے مقدمات ہمارے عدلیہ کے نظام کو بلا دینے کے لئے کافی ہیں جب تک عدلیہ کے نظام کو از سر نو موثر نہ بنایا جائیگا اس قسم کی بدنامیاں ہمیشہ آتی رہیں گی۔ پنچ میں مسٹر جسٹس رنگنا تھ مشرا اور مسٹر جسٹس اے۔ این گپتا شامل تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان عوام انتہائی صابر ہیں، اس کے باوجود وہ انصاف کے لئے ۲۵ سال تک انتظار نہیں کر سکتے۔

فاضل ججوں کے خیال میں اس قسم کے مقدمات میں تاخیر ختم کرنے کے لئے قانون اور انصاف کے نظام میں اصلاحات ضروری ہیں۔ محض پیوند کاری سے کام نہ چلے گا۔ سماجی اور معاشی حقیقتوں کی بنیاد پر بالکل نیا نظام انصاف ناگزیر ہے۔ تاکہ بہت کم خرچ پر عام آدمی کو فوری انصاف مل سکے۔

ایڈیشنل جج نے اس مقدمہ میں جو ڈگری دی تھی، ہائی کورٹ نے اسے الٹ دیا تھا۔

ملک کے عدالتی نظام سے تعلق رکھنے والی ایک اور خبر اسی ماہ اخباروں میں آئی ہے کہ الہ آباد ہائیکورٹ میں قتل کے ۱۲ سو مقدمات ابھی تک فیصلہ طلب ہیں اور برسوں سے عدالتی کاروائی کا سلسلہ جاری ہے —

ایک اور افسوسناک رپورٹ پریس ایشیا انٹرنیشنل کے ذریعہ اخبارات کی زینت بن چکی ہے کہ ملک میں طلاق کے حصول میں دشواریوں کی وجہ سے ہزاروں خودکشی کے واقعات ہو چکے ہیں۔ طلاق کے سلسلے میں عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹانے والوں کو جن مشکلات اور دشواریوں کا گزرنا پڑتا ہے اور جن صبر شکن مراحل کو طے کرنا پڑتا ہے اس سے بڑی بددلی پیدا ہو رہی ہے۔

انصاف اور دادرسی میں اس قدر تاخیر کی نظیر ہمیں تاریخ انسانی کے کسی دور میں نہیں ملتی۔ آج کے انسان کو اپنی سماجی معاشرتی، تمدنی، تہذیبی، ذہنی اور صنعتی ترقی اور خود ساختہ قوانین پر بڑا ناز ہے۔ مگر اس ترقی نے عالم انسانیت کو جس مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے اس پر وہ بھی چیخ اٹھے ہیں جو ملک کی عدالت عالیہ میں جیف جسٹس کے ذمہ دار نظام پر فائز ہیں۔

ہماری عدلیہ کی سست رفتاری اور لال فیتے کا چکر جرائم کے خاتمہ یا کمی کی بجائے بہت افزائی کا ذریعہ بن رہا ہے۔ مظلوم انصاف اور دادرسی سے غیر مطمئن اور بے اعتمادی کا شکار ہے۔ ظالم اور مجرم اسی پر مطمئن کہ برسوں تک عدالتی کاروائی کا سلسلہ جاری رہیگا اور اچھے وکیلوں کی خدمات حاصل کر کے وہ بری بھی ہو سکتا ہے۔ اور اپنے جرم کی سنگینی کے باوجود کم سے کم سزا یا جرمانہ بھگت کر بدستور سماج میں زندگی گزار سکتا ہے۔

انصاف کی گرانی کا عالم ہے کہ ہر شخص اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ جو جاری عدالتی نظام میں رہ رہا ہے۔ وہ ملک جہاں کی ۴۰ کروڑ آبادی دنیا کے غریب ترین، ذرائع معیشت سے محروم، جاری فیس لینے والے وکلا کی خدمات کہاں حاصل کر سکتی ہے۔ جنہیں دو وقت کا کھانا میسر نہ ہو وہ عدالتی اشاریہ اور فیس کے نام سے جاری فیس کہاں سے مہیا کر سکتے ہیں۔ انصاف بھی اگر خریدنی کا وہ مال بن جائے جسے بڑی بولی لگا کر خریدا جائے تو غریب انسان اس میدان میں کس طرح مقابلہ کر سکتا ہے۔ نہ جانے کتنے غریب انسان عدالتوں کے حصار اور ایوان رسوخ کی ٹھوکروں کی تاب نہ لا کر اپنے جائز حقوق سے دستبردار ہو جاتے ہوں گے۔

غریب اور پسماندہ انسانوں کی دادرسی میں مختلف حیثیتوں پر غور و خوض کے اس دور میں سپریم کورٹ کے جج صاحبان کی اپنی بیداری اور اپنے شعور پر تعجب کا فائدہ اٹھا کر اگر ارباب اقتدار انصاف کو ارزاں، سہل الحصول اور سریع الحصول بنانے کے لئے سنجیدگی سے غور فرمائیں اور کوئی ٹھوس لائحہ عمل بنائیں تو اس ملک کے غریب عوام اور شہریوں کے دل جیتنے کا سبب بنے گا اور ملک کی اکثریت انہی لوگوں میں مشتمل ہے۔

ذمہ دار قوانین (دیوانی، فوجداری) اور فوجداری بھی افراد عدالتی نظام پر تنقید کرنے والوں کو کچھ ٹھنڈے دل سے اس اور عدلیہ کی انصاف پروری اور سرعت کار کو تاریخ کے اوراق پر ثبت کر لینا چاہیئے — اس نظام قانون کی یہ خصوصیت تھی کہ اس میں مدعی کو وکیل، اپیل، دلیل کی مد میں روپیہ خرچ کرنے نہیں پڑتے تھے۔ عدلیہ واقعی منصف مزاجی کا ایسا نمونہ تھی کہ فریادی کی داد رسی اور مجرم کو عبرت انگیز سزا اس کا امتیاز تھا۔ اس نظام عدل نے سلطنت مغلیہ کے مورخوں، بادشاہوں کے دور میں بھی منصفانہ فیصلے کئے۔ ایسی نظیریں قائم کیں جن کو صدیوں کے بعد بھی لوگ پڑھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ انصاف کی سرعت رفتار نے جرائم کی رفتار کو اتنا کم کر دیا تھا کہ ہر شخص اپنے گھر اموں اور اپنی عزت و آبرو اور مال و املاک کو محفوظ سمجھتا تھا۔ عدل فاروقی، عدل نوشیرواں، عدل جہانگیری کے واقعات گھڑے ہوئے قصے نہیں بلکہ چشم فلک نے انہیں اسی دنیا میں دیکھا ہے ؎

انصاف کبھی یہ تھا کہ زنجیر ہلا دی
سلطان نے لیک کی خوش ہو کے صدا دی

یہ شاعرانہ مبالغہ نہیں، جس شخص نے مکتوبات اور بادشاہوں کے سلسلے میں یہ بھی آیا ہے کہ انہوں نے کسی مظلوم کی دادرسی کے لئے اپنے جوڑے خود حرام کر لیا تھا۔ ان کے حق سے اسی وقت خدا کا خوف اور یہاں کا خوف اتر جاتا ہے انہوں نے کسی فریادی کی دادرسی کی اور مجرم کو سزا دی۔

اس دور میں بھی وہی عدالتی نظام عوام کے لئے اسی دلچسپی کا حامل ہے جس میں نہ سیاسی اقتدار کی روح کارفرما ہے۔ ملک سے دور اور میں اسلام کا دیوانی اور فوجداری قانون نافذ ہے وہاں دنیا کے تمام ملک کے مقابلہ میں کم سے کم جرائم ہوتے ہیں۔ عدالت کے اشتہار چوری، ڈکیتی، قتل و اغوا کی ان وارداتوں سے اموں و محفوظ ہیں جن کا شکار امریکہ جیسے نمونہ ترقی یافتہ ملک سے لے کر ہندوستان جیسے غریب، پسماندہ اور ترقی پذیر ملک کے عوام آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔

پہلی قسط

موسیقی کی شرعی حیثیت

موسیقی کا نام سنتے ہی ذہن کچھ ایسے حرکات و سکنات اور افعال کی طرف منتقل ہوتا ہے جو ذہنی سکون کا باعث ہوں یا کشش اور جاذبیت قوالی کی آواز ہو جسے ثقہ لوگ پسند نہ کرتے ہوں اور اس آواز کے پیدا کرنے کے لئے مختلف قسم کے آلات کا استعمال ہوتا ہو۔ آج گانے اور موسیقی نے ایک اہم ترین فن کی جگہ اختیار کرلی ہے اور آج کی نئی زندگی کا جزو لاینفک بن گیا ہے لیکن عیاں را چہ بیاں۔ یہ ایسے افعال ہیں جن میں شرم و حیا کو بالائے طاق رکھدیا جاتا ہے، اور یہ آج کی ترقی یافتہ اور متمدن زندگی کے ان آداب میں سے ہیں جسے اسلام پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اس فن کی باقاعدہ مشق کرتے اور اس میں اپنی زندگی گذارتے ہیں وہ چند ایسے قواعد کی پیروی کرتے ہیں جن کو ان لوگوں نے خود اپنی خواہشات کے مطابق گڑھ لیا ہے اور ان افعال کے پیچھے اس کے علاوہ کوئی فلسفہ نہیں ہوتا کہ وہ تفریح کریں یا لوگوں کے اندر وقتی خوشی و مسرت پیدا کردیں۔

انہی وجوہ کی بنا پر یہ ضروری ہے کہ علم و تحقیق کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا جائے اور کتاب و سنت، علماء اسلام کے اقوال اور فقہائے امت کے استدلال کی روشنی میں اس مسئلہ پر تحقیقی نگاہ ڈالی جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ صحیح اور درست قول تک پہونچائے اور اس بارے میں اسلام کے صحیح موقف تک پہونچنے میں مدد فرمائے۔ سورۂ لقمان میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم و یتخذھا ھزوا، اولئک لھم عذاب مھین ۝

(بعض آدمی ایسا ہے جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو غافل کرنے والی ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بے سوچے بوجھے گمراہ کرے اور اس کی ہنسی اڑائے۔ ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔)

اگرچہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن "لھو" سے مراد ہر وہ چیز ہے جو خیر سے غافل کردے اور "لھو الحدیث" سے مراد گانا بجانا اور از خود آفریدہ واقعات ہیں جیسا کہ اس کی تصریح علماء کرام اور مفسرین عظام نے کی ہے ابن مسعودؓ سے روایت ہے جس کو ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ آپ نے "من الناس من یشتری لھو الحدیث" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ ھو واللہ الغناء الغنا ۔ البیہقی و صححاہ۔ (خدا کی قسم اس سے مراد گانا بجانا ہے اس کی تخریج بیہقی اور حاکم نے کی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔)

(نیل الاوطار علامہ شوکانی ج ۷ ص ۳۱۰)

روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ قسم کھا کر یہ فرماتے تھے کہ اس سے مراد گانا ہے، نیز دوسری روایت بھی ہے جس کو بغوی نے تعلیمی کی سند سے روایت کیا ہے:۔

عن ابی امامۃ قال۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تحل تعلیم المغنیات ولا بیعھن و اثمانھن حرام۔

(ابو امامہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ گانے والیوں کی تعلیم اور خرید و فروخت ناجائز ہے اور اس کی قیمت حرام ہے)

اور اسی جیسی صورت حال میں یہ آیت نازل ہوئی "ومن الناس من یشتری لھو الحدیث" الخ۔۔۔

دوسری روایت ہے:۔

عن ابی ھریرۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن ثمن الکلب وکسب المزمار۔

(ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور باجنری کی کمائی سے منع فرمایا۔)

محمود کہتے ہیں کہ "گانے بجانے والی لونڈی کو خریدنا کہ اس کو گانے کے لئے روکے رکھے اور اس کو مارا اور اسی پر قائم رہا یہاں تک کہ اس شخص کی موت ہوگئی تو اس پر جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔"

ابن مسعود، ابن عباس، عکرمہ، سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ "لھو الحدیث" سے مراد گانا بجانا ہے اور کلام پاک کی آیت اس بارے میں نازل ہوئی ہے اور "یشتری" کے معنی "یستبدل یا یختار الغناء والمزامیر والمعازف علی القرآن" ہے۔ ابو صہباء فرماتے ہیں کہ میں نے ابن مسعودؓ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد "گانا" ہے۔ اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں آپ نے اس جملہ کو تین مرتبہ دہرایا ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ "گانا نفاق پیدا کرتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ نضر بن حارث گانے والی لونڈیوں کو خریدتا تھا اور ان کو ان خاندان تک لیجاتا تھا جو اسلام قبول کرنا چاہتے تھے اور ان کو اس سے روکدیتا تھا۔

سورہ اسراء کی آیت "واستفزز من استطعت منھم بصوتک" کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابو البرکات حافظ الدین نسفی فرماتے ہیں کہ "بصوتک" سے مراد یا تو وسوسہ ہے، یا گانا بجانا یا باجنری۔ مجاہد نے اس کی تفسیر گانے بجانے اور باجنری سے کی ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم بدعائک الی معصیۃ اللہ ہے اور ہر وہ چیز جو اللہ کے معصیت کی طرف داعی ہو وہ شیطان کے گروہ سے ہے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آپ نے "بصوتک" سے مراد گانا بجانا، لہو و لعب اور باجنری لیا ہے

(تفسیر خازن سورہ اسراء ج ۳ ص ۱۶۵)

جیسا کہ بعض مفسرین نے کلام پاک کی اس آیت "والذین لا یشھدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراما" میں لفظ "زور" کی تشریح گانے اور لہو و لعب سے کی ہے۔ قتادہ سے روایت ہے کہ "زور" سے مراد بیہودہ مجالس ہیں۔ ابن حنفیہ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں لا یشھدون اللھو والغناء۔

اس کے علاوہ اور بہت سی آیتیں ہیں جن میں سورہ نجم کے اندر ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"افمن ھذا الحدیث تعجبون وتضحکون ولا تبکون وانتم سامدون۔"

اس آیت میں مفسرین نے سمود اور سامد کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد گانا اور گانے والے کے ہیں۔ ابن عباسؓ نے اسکی تفسیر لاہون اور غافلون سے کی ہے۔ آپ ہی سے روایت ہے کہ اس سے مراد اہل یمن کی لغت میں گانا بجانا ہے، اس لئے کہ جب وہ لوگ کلام پاک کو سنتے تھے تو گانا گانے اور کھیلنے لگتے تھے۔ سمود کی اصل لغت میں رفع راس کے ہیں جو کہ سمود البعیر سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کہ اونٹ اپنا سر اٹھالے اور چلنے کی کوشش کرے اور سامد کا معنی اللاھی المغنی "بے پروا ہی برتنے والا اور گانے والا" ہے۔ صاحب تفسیر نسفی نے اتم سامدون کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا غافلون، لاھون، لاعبون وکانوا اذا سمعوا القرآن عارضوہ بالغناء و یشتغلون الناس عن استماعہ۔

علامہ سلیمان جمل نے اپنی تفسیر جمل میں "سمود" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا قیل الاعراض و قیل اللھو، قیل الجھود وقیل الاستکبار۔

ابو عبیدہ نے فرمایا کہ "سمود" قبیلہ حمیر کی زبان میں گانے کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ کہتے ہیں "یا جاریۃ اسمدی لنا" یعنی اے لونڈی میرے لئے گانا گاؤ۔ امام فخر الدین نے رازی نے تفسیر کبیر میں عکرمہ کے واسطے سے "سمود کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد قبیلہ حمیر کی زبان میں "گانا" ہے اس لئے کہ جب لوگ کلام پاک سنتے تھے تو یہ لوگ گانے اور کھیل کرنے لگتے تھے۔

مندرجہ بالا مطالب کتاب اللہ کی روشنی میں تھے لیکن اس سلسلے میں احادیث بھی بکثرت وارد ہوئی ہیں جن کو ائمہ کبار، صاحب علم اور صاحب ثقہ حضرات نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ لیکن پھر اس سلسلے میں دو جماعتیں ہوگئی ہیں۔ بعض حضرات جائز اور بعض حضرات ناجائز سمجھتے ہیں۔ ہم پہلے ناجائز سمجھنے والے حضرات کے دلائل پیش کرتے ہیں۔ اس موضوع پر علامہ محمد بن شوکانی اپنی مشہور کتاب "نیل الاوطار" میں لہو و لعب کے باب کے ضمن میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

"عبدالرحمٰن بن قنم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابو عامر یا ابو مالک اشعریؓ نے بیان کیا اور خدا کی قسم انہوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں کہا کہ انہوں نے حضور اکرمؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں ایسے لوگ ہونگے جو زنا، ریشم، شراب اور گانے بجانے کے سامان کو حلال سمجھینگے (بخاری)...

..... اور دوسری روایت اسی طرح آئی ہے کہ،

"میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے لیکن اس کو کسی اور نام سے پکاریں گے اور اپنے سروں پر گانے بجانے والے سامان اور گانے والی لونڈیوں کے ذریعے آواز دیں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور سور کی شکل میں تبدیل کردے گا۔"

روایت ابن ماجہ کی ہے اور انہوں نے ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت کی ہے) معازف کی تشریح کرتے ہوئے امام جوہری نے فرمایا کہ اس سے مراد ملاہی یعنی کھیل کود کی چیزیں ہیں۔

"نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک چرواہے کے گانے کی آواز سنی تو اپنی انگلی کان میں ڈال لی اور اپنی سواری کو اس راستے سے موڑ دیا اور یہ فرمانے لگے کہ نافع کیا تم سن رہے ہو؟ تو میں نے کہا ہی ہاں!۔ اس کے بعد آپ آگے بڑھتے رہے یہانتک کہ میں نے کہا کہ اب آواز نہیں آرہی ہے تو اپنے ہاتھ کو ہٹا لیا اور اپنی سواری راستے کی جانب موڑ لی اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نے چرواہے کے گانے کی آواز سنی تو ایسا ہی کیا۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس کی تخریج کی ہے اور ان سے حافظ محمد بن نصر سلامی نے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا "ھذا حدیث صحیح" (یہ صحیح حدیث ہے)

عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب، جوا، ڈھول اور بربط کو حرام کردیا ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے (احمد ابوداؤد) اور بلفظ دیگر یوں بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر شراب، جوا، غصہ دلانے والی بات، ڈھول اور ستار کو حرام کردیا ہے۔ (احمد)

ابو مالک اشعریؓ کی حدیث اس لفظ کے ساتھ جس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے وہ ابن محریز عن ثابت بن السمط کے طریقے سے ہے اس کی تخریج ابوداؤد نے کی ہے اور ابن حبان نے اس کی تصحیح کی ہے۔ دوسرے احادیث بھی اسکے شاہد ہیں۔ ابن عمرؓ کی پہلی حدیث جس کو حافظ نے تلخیص میں بیان کیا ہے۔ اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے۔ ابو لولی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوداؤد کو کہتے ہوئے سنا وہ حدیث منکر ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی دوسری حدیث کے بارے میں حافظ نے اپنی کتاب تلخیص میں سکوت اختیار کیا ہے اور اس سند کے ایک راوی ولید بن عبیدہ ہیں جن کے بارے میں ابو حاتم رازی نے فرمایا کہ وہ مجہول ہیں۔ ابن یونس تاریخ المصریین میں فرماتے ہیں کہ ان سے یزید بن ابو حبیب نے روایت کیا ہے۔ منذری نے کہا کہ حدیث معلول ہے لیکن اس کی ایک شاہد حدیث ہے جس کی تخریج احمدؒ، ابوداؤدؒ، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی حدیث سے کی ہے اور امام احمد نے اس کی تخریج حدیث قیس بن سعد بن عبادہ سے کی ہے۔

(نیل الاوطار ج ۷ ص ۳۱۰-۳۱۱)

ابن عباسؓ کی حدیث جس کی طرف امام شوکانی نے اشارہ کیا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب، جوا، ڈھول اور ہر نشہ آور چیز کو حرام کردیا ہے۔" (احمد)

اس کو سفیان نے علی بن بذیمہ سے روایت کیا ہے۔ ایک دوسری حدیث ہے جسے امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ،

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مال غنیمت کو دولت بنا لیا جائے، امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے، زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے، تعلیم، دین کی غرض سے نہ ہو، مرد اپنے بیوی کی پیروی کرے اور ماں کی نافرمانی کرنے لگے، اپنے دوست سے قریب ہو اور اپنے باپ سے دور رہے، مسجد میں شور و غوغا ہو، قبیلے کا سردار فاسق، فاجر شخص ہو، قوم کا لیڈر قوم کا ادنیٰ آدمی ہو، شریف لوگوں کو ہر وقت کوئی نہ کوئی خطرہ درپیش ہو، ستار اور گانے بجانے کے سامان کی کثرت ہوجائے، شراب پی جانے لگے اور خلف سلف پر لعن و طعن کریں تو اس وقت سرخ ہوا (عذاب کی ہوا) زلزلہ، خسف و مسخ کا انتظار کرو اور پے در پے نشانیوں کا انتظار کرو جو ٹھیک اس طرح ہونگے جیسے لڑی پروئی ہوئی کوئی چیز جس کی رسی کٹ گئی ہو وہ یکے بعد دیگرے گرنے لگتی ہے۔" (اس کو امام ترمذی نے نقل کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے)

"ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی ایک جماعت کھاتے پیتے، کھیلتے کودتے رات بسر کرے گی اور بندر و سور کی شکل میں صبح کرے گی اور جو لوگ زندہ رہ جائیں گے ان پر ہوا بھیجی جائے گی تو اس سے وہ لوگ بالکل نابود و نابود ہوجائیں گے جیسا کہ ان سے پہلے کی قومیں شراب کو حلال سمجھنے، ڈھول بجانے اور ستار کے بنانے سے ہلاک ہوگئیں۔"

(اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد میں فرق سمجھا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ وہ قوی راوی نہیں ہیں۔ ابن معین فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ راویوں میں سے ہیں اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یحییٰ بن معین نے انکے بارے میں کلام کیا ہے)۔

(باقی آئندہ)

اتحاد فی الاسلام!

پیوستہ رہ اس آتے تعمیر رکھنؤ میں آپ سے ملنے
کا اشتیاق تھا لیکن کچھ تو سفر کی تکان، کچھ لکھنؤ کی
گرمی کی علامت کی فکر، نہ ہو سکا اور چلا آیا۔ حقہ ایک مشورہ
سنی کی ہاری ہے جو ایک اتحاد بین المسلمین ہے، مولانا حضور کی شخصیت
کا جائزہ لیا ہے، سکندر باغ شہر کا حسن گورے زیادہ
کہ آپ کو کنجائش مل گئی گا۔ مدرسہ شیر گرامی کو جہاز
خدا کی تعالیٰ اسے مقصود ہے کہ کر رہا تھا۔

حضور از اعضا زیبا کیجئے راہ، جو لوگ شیعہ و مالک کے
نعمت علم سے نکلے ہیں یہ مری خوش ہے کہ تم کیا کس کی
آئندہ اتحاد سنی و شیعہ کی کیجئے تاخیر سے کچھ تسکین نہ ہوگی
مولانا حضور اس کو گئے ہو گے جو اسلام کا بانی
یکجا ہے اور یکجہتی کا ہیں، رائے سری ملی جیسا لکھنؤ میں۔

(نظام ملک حضرت اللہ
آپ کا خواجہ تاش
رشید احمد فاروقی)

کوثر فاروقی Rashed Kausar Farooquee

قطعہ

ہم نشیں اپنی حقیقت کی خبر ہے مجھ کو
اپنے معیار سخن سے فروتر ہوں میں
ہاں اگر جاسر ذاتہ میں کوئی فرق نہ ہو
تب تو پھر آئینۂ حسن کا جوہر ہوں میں

غزل نما

خواب گاہوں کے بے حلقہ پر ہوں میں
موت کے شہر میں بیگانۂ محشر ہوں میں
دل دہلتے ہیں مرے نالے سے نور ہو کے
زلزلے میری آواز، غضنفر ہوں میں
آؤ اے سعت نخالف کی ہواؤ آؤ
چیز جاؤں گا ہوں کو اشارہ ہوں میں
میں ملتا نہیں ماحول کی تیرگی سے
حلقۂ گردش ایام کا محور ہوں میں
رنگ دھنے ہیں مگر روپ وہاں کیا جا
عہد پارینہ کی تاریخ مصور ہوں میں
زندگی کو نے خفت دیے میں نے
ہم نوا لمحۂ کوزہ جاؤ کو تو گر ہوں میں
اکھڑ جیسے جھک کے پلوں اٹھ تیز ملے
پستہ قد ہوں یہ خطا ہیں کہ قد آور ہوں میں
دور سے دیکھنے والے مرے نزدیک تو آ
لب ساحل نظر آتا ہوں سمندر ہوں میں
پنکھڑی ہوں جو محبت سے کوئی پار کرے
کوئی ٹھکرائے تو چٹان کا پتھر ہوں میں
ہے وہی گیت مگر نے کو ترنم کی تیز
صبح کو موج صبا شام کو صرصر ہوں میں
ہیں ترے غم سے تمنوں مرے اور اوج حیات
میرے محبوب ترا عکس مصور ہوں میں
جمع ہے گریۂ کہسار مرے سینے میں
نے غم ہوں مگر ہوں نشتر ہوں میں
آئے دل اے مرے نادان دل تجھ کو توڑ
تیری تقدیر کے سیمرغ کا شہپر ہوں میں
ذکر آئے قوم نیاگان کہن کا ماتم
قدر داں ہیں کہ ابھی تجھ کو میسر ہوں میں

مجھ سے رفتہ تنزل کی توقع نہ کرو
اے کشو، منتہیٔ ساقیٔ کوثر ہوں میں

(رشید کوثر فاروقی)

تاریخ کے دریچے سے!

مظلوموں کے ساتھ انصاف:

جس زمانے میں سلطان محمود بست میں مقیم تھا، ایک دن کا ذکر ہے کہ دوپہر کے وقت خیمے میں تنہا بیٹھا تھا، اتنے میں دھوپ اور گرمی کے مارے ہانپتا کانپتا ایک مظلوم شخص آیا اور فریاد کرنے لگا، محمود نے پوچھا، "تجھ پر کس نے ظلم کیا ہے؟" اس شخص نے جواب دیا "آپ نے، بات یہ ہے کہ آپ کے فیل بان نے میرے کھجور کے درخت سے ہاتھی باندھ رکھا ہے، اور خود کھجور کے درخت پر چڑھ کر کھجوریں توڑ توڑ کر نیچے پھینک رہا ہے، ایک غریب بال بچوں والا آدمی ہوں، اور میرے بچوں کا گذارا ان ہی چیزوں پر ہے۔" سلطان اٹھ کھڑا ہوا اور خیمے کے دروازہ سے جھانک کر دیکھا مگر کوئی ملازم نظر نہ آیا، گرمی کی وجہ سے سب اپنے ٹھکانے چلے گئے تھے، باہر نکل کر گھوڑے پر سوار ہوا، اور صرف ایک سائیس کے ساتھ موقع پر جا پہنچا، معلوم ہوا جو کچھ اس مظلوم نے کہا سچ کہا تھا، سائیس کو حکم دیا کہ فیلبان کی گردن میں رسی باندھ کر اسے کھجور کے درخت میں لٹکا دیا جائے۔

دعاؤں پر بھروسہ:

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ امیر سبکتگین (محمود غزنوی کا باپ) نیشاپور میں مقیم تھا، ایک دن کسی عالم حدیث سے ایک حدیث سنی، جس کا ترجمہ یہ ہے، "پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کہتا ہے زنا سے دل نہ لگاؤ، تجھے یہاں اس لئے نہیں لایا گیا، اور بہشت سے باہر اس لئے نہ کر کہ تجھے اس کے لئے پیدا کیا گیا ہے، رات کی نماز پابندی سے پڑھ کہ مومنوں کی فتح اسی میں ہے، اور مخلوق سے امید نہ رکھ کہ انکے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں ہے۔" امیر سبکتگین نے یہ حدیث سنی تو اسے اپنے تمام کاموں کی بنیاد قرار دیا، چنانچہ وہ ہمیشہ فتح کی دعاءات کو مانگتا، اور اپنی فتوحات کو اسی کا نتیجہ خیال کرتا، اس نے اپنے بیٹے محمود کو بھی ان عالم کے پاس بھیجا کہ وہ محمود کو وہی حدیث سنائیں، محمود نے حدیث سنی اور باپ کی طرح اس پر عمل کرنا شروع کر دیا، ایک رات کا ذکر ہے کہ محمود کا لشکر بلخ کے دروازے پر پڑا تھا، اور صبح کو ترکستان کے حکمران سے مقابلہ تھا، محمود آدھی رات کو اٹھا اور غسل کے لئے گرم پانی منگوایا مگر نہ ملا، اس رات برفباری ہو رہی تھی، برفانی ہوا کے طوفان آ رہے تھے، اس کے باوجود اس نے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا، مصلیٰ بچھا کر عبادت کرنے لگا، صاحبوں نے کہا بھی کہ صبح کو معرکہ درپیش ہے، آج کی رات تو آپ کو آرام کرنا چاہئے، محمود نے کہا کہ میرا کام آج ہی رات کا ہے، کل کا کام خدا کا ہے میرا نہیں۔ چنانچہ صبح تک عبادت میں مصروف رہا، فجر ہوئی، تو اٹھا، نماز پڑھی اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ الٰہی! ہم دو فریقوں میں سے جو تیرے بندے کے حق میں بہتر ثابت ہو اسے فتح عنایت کر، یہ دعا مانگ کر گھوڑے پر سوار ہوا، اور سیدھا لڑائی کے میدان میں آیا، اس روز اس کو جو فتح حاصل ہوئی وہ بہت حیرت انگیز تھی۔

علوم کی قدردانی اور معاملات کی بنیاد:

سلطان محمود کے دربار میں بیسیوں ایسے مشہور منجم جمع تھے کہ زمانے میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے، مگر سلطان کسی معاملہ میں ان کی رائے نہ لیتا تھا، ایک مرتبہ کسی منچلے مصاحب نے دریافت کیا کہ علم نجوم کے اتنے بڑے استاد حضور کے پاس جمع ہیں، مگر آپ کبھی ان سے کوئی بات نہیں پوچھتے، انکی موجودگی کا فائدہ کیا ہے؟ سلطان نے جواب دیا کہ ان لوگوں کو صرف اس لئے رکھا گیا ہے کہ ملک میں ہر علم اور ہر فن کے ماہروں کی موجودگی ضروری ہے، مگر وقت بے وقت کام اٹکانا اچھا، ورنہ میرے معاملات کی بنیاد صرف دو باتوں پر ہے، اول خدا پر توکل، دوم شریعت کا فتویٰ اور مخلصوں کی رائے۔

خلق اللہ کی دوستی:

سلطان محمود غزنوی کی صورت اچھی نہ تھی، ایک روز وہ اپنے حجرۂ خاص میں نماز پڑھ رہا تھا کہ دو غلاموں نے اس کے سامنے آئینہ اور کنگھی لا کر رکھ دی، اس کے بعد ہی اس کا وزیر شمس الکفاۃ احمد حسن حجرہ میں آیا، اور تعظیم بجا لایا، سلطان محمود نے نماز پڑھ کر اپنی قبا پہنی، سر پر کلاہ رکھی لیکن آئینہ میں اپنے چہرہ کو دیکھ کر مسکرایا، اپنے وزیر احمد حسن سے کہا کہ تم بتا سکتے ہو کہ اس وقت میرے دل میں کیا خیال گذر رہا ہے، وزیر نے کہا خداوندا خود ہی بتائیں، سلطان محمود نے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ لوگ مجھ کو اپنا دوست نہیں سمجھتے ہوں گے، کیونکہ لوگ ایسے ہی بادشاہ کو اپنا دوست سمجھنے کے عادی ہیں، جسکی صورت بھی اچھی ہو، احمد حسن نے کہا خداوندا! ایک ہی کام سے لوگ آپ کو اپنی جان اور اپنے زن و فرزند سے عزیز تر رکھ سکتے ہیں اور آپ کا فرمان آگ اور پانی پر بھی جاری ہو سکتا ہے، سلطان نے پوچھا وہ کام میں کیا کروں، احمد حسن نے کہا دولت کو اپنا دشمن سمجھیں، پھر تمام لوگ آپ کے دوست ہو جائیں گے، سلطان محمود کو یہ بات پسند آگئی اور اسی کے بعد سے اس کا ہاتھ بخشش اور خیرات کے لئے وسیع ہو گیا۔ اور پھر ہر طرف اس کی تعریف کی صدا گونجنے رہی۔

احتساب میں شدت:

سلطان محمود غزنوی نے اپنے محتسبوں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ احتساب میں کسی کی رعایت نہ کریں، اس کے زمانہ میں اس حکم کی پابندی بڑی سختی سے ہوتی رہی، ایک بار سلطان محمود کے شبستان عیش میں اس کے دو سپہ سالار علی نوشتگین اور محمد علی شراب پی کر مست ہو گئے، اور چاشت کے وقت تک ان پر نشہ طاری رہا، اسی نشہ کی حالت میں علی نوشتگین نے اپنے گھر جانا چاہا، سلطان محمود نے اس کو یہ کہہ کر روکا کہ اس نشہ کی حالت میں دن کے وقت باہر نکلنا مناسب نہیں کیونکہ اگر محتسب نے اس حال میں دیکھ لیا تو وہ سزا کرنے سے باز نہ آئے گا اس کی عزت جاتی رہے گی، علی نوشتگین کو اپنے عہدہ کا غرور تھا، وہ ۵۰ ہزار فوجیوں کا سپہ سالار تھا، اس کی شجاعت اور معرکہ آرائی کی بڑی شہرت تھی، اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ محتسب اس کا کچھ بگاڑ سکیگا، وہ گھر جانے کے لئے مصر ہوا تو سلطان محمود نے بادل ناخواستہ اس کو رخصت کر دیا، علی نوشتگین اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، اور اپنے لشکریوں غلاموں اور جاگیروں کے ساتھ گھر کی طرف روانہ ہوا، راستہ میں محتسب اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ ملا، اس نے علی نوشتگین کو نشہ کی حالت میں دیکھا تو اس کو گھوڑے پر سے اتار لینے کا حکم دیا، پھر خود بھی گھوڑے سے اتر گیا اور علی نوشتگین کو اتنا مارا کہ وہ منھ کے بل زمین پر گر پڑا، اسکے حاشیہ بردار اور لشکری دیکھتے رہے، مگر کچھ بولنے کی جرأت نہیں کر سکے۔ مار کھا کر علی نوشتگین اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا، تو راستہ میں کہتا جاتا تھا کہ جو سلطان کی بات نہیں مانے گا اس کا حال یہی ہوگا، دوسرے دن وہ سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے اس کو اپنی پیٹھ دکھائی تو جا بجا پھٹ گئی تھی، محمود کو اس کی پیٹھ دیکھ کر ہنسی آگئی اور اس نے کہا کہ اب توبہ کرو۔ گھر سے نشہ کی حالت میں باہر نہ نکلو گے، ملک کے نظم و قواعد میں جب مضبوطی رہے گی تو اسی قسم کا حال دیکھنے میں آئے گا جو تم کو برابر یاد رہے گا۔

تاجروں کے ساتھ انصاف:

سلطان محمود غزنوی کے ایک لڑکے شہزادہ نے ایک تاجر سے ۹۰ ہزار دینار کا مال خریدا، قیمت ادا کرنے میں تاخیر کی تو تاجر نے سلطان محمود کے پاس واپس آکر فریاد کی، کہ اس کی قیمت نہیں مل رہی ہے، اس لئے وہ اپنے وطن واپس نہیں جا سکتا، اس کا فیصلہ قاضی کی عدالت میں کرا دیا جائے، سلطان محمود نے اس کی فریاد سنکر شہزادہ مسعود کو پیغام بھیجا کہ یا تو تاجر کا حق ادا کرو، یا قاضی کے پاس حاضر ہو کر اس کا فیصلہ کراؤ۔ تاجر تو قاضی کے یہاں استغاثہ دائر کرنے کو روانہ ہوا، اور سلطان محمود کا قاصد شہزادہ کے پاس پہونچا، شہزادہ باپ کا فرمان پاکر پریشان ہوا، اس نے اپنے خازن سے پوچھا کہ خزانہ میں کتنا مال ہے؟ خازن نے بتایا بیس ہزار دینار ہیں، اس نے کہا کہ بیس ہزار ابھی تاجر کو دے جا کر دو بقیہ رقم کے لئے تین روز کی مہلت مانگو، باپ کے قاصد سے کہا کہ تم جا کر کہو کہ بیس دینار تو ابھی تاجر کو بھجوائے جا رہے ہیں اور بقیہ تین روز میں ادا کر دئے جائیں گے، میں خود لباس پہننے تیار بیٹھا ہوں۔ جس وقت طلبی ہوگی مجلس خاص میں حاضر ہو جاؤں گا، سلطان محمود نے جواب میں کہلا بھیجا کہ وہ میری صورت اس وقت تک نہ دیکھے جب تک کہ وہ تاجر کی پوری قیمت ادا نہ کر دے، شہزادہ مسعود اور بھی پریشان ہوا، اپنے آدمی ہر طرف بھیج کر قرض منگوائے، ظہر کی نماز کے وقت تک ساٹھ ہزار دینار تاجر کو مل گئے، اس واقعہ کی شہرت ہر طرف پھیلی تو تمام اطراف کے تاجر غزنی میں آکر اپنا اپنا مال بہت اطمینان سے فروخت کرتے رہے، اور ان کو قیمت لینے میں کوئی مشکل نہ ہوتی۔

تعمیر حیات لکھنؤ میں
اشتہارات دیں
اپنی تجارت
فروغ دیں

اشعار و قصائد کی دینی حیثیت

(مولانا سعید الرحمٰن صاحب حقانی لکھنؤی)

شعر و شاعری کا مقام:

شعر و شاعری کی قیمت اسلام کی نگاہ میں کیا ہے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیا مقام دیا ہے۔ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشعار سے کیا دلچسپی رکھتے تھے مندرجہ ذیل تحریر میں ان تمام چیزوں پر روشنی پڑے گی۔

امام بیہقیؒ حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ سورۂ شعراء میں عام شاعروں کی مذمت کے بعد شعراء اسلام کو الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیراً کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے خود مستثنیٰ فرمایا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت، عبد اللہ بن رواحہ، کعب بن زہیر وغیرہ شعراء اسلام اسی زمرہ میں شمار کئے گئے ہیں۔

(بیہقی ج ۵ باب شہادۃ الشعراء ص ۱۳۸)

(الادب المفرد ص ۱۳۷)

ظاہر ہے کہ محاسن اسلام و معارف میں ونعت النبیؐ سے متعلق دلنشیں و موثر مضامین شعروں میں باندھنے والے شعراء کرام آمنوا وعملوا الصالحات کے ذیل میں داخل ہیں عموماً صحابہ کرامؓ اچھے ہی شعروں کو کہتے تھے۔

امام بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ ایسے اشعار جو نصیحت آموز ہوں اور اسلامی تعلیمات پر مشتمل ہوں ان کا پڑھنا، سننا مباح و درست ہے۔

خواہ اس میں عاشقانہ غزل کا لطف نہ آئے خواہ کوئی شوخی و تیزی باقی نہ رہ جائے اگر مضامین معرفت الٰہی اور محبت رسولؐ و تقویٰ وغیرہ اسلامی تعلیمات ہی سے متعلق ہونی چاہئیں۔

بیہقی شریف میں یہ روایت موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان من الشعر لحکمۃ یعنی بعض شعروں میں دانائی کی باتیں ہوتی ہیں پس دراصل ایسے ہی بصیرت افروز و علم آموز اشعار شریف کی نظر میں مستحسن ہیں۔

علامہ خازنؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عن ابن عباس قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجعل یتکلم بکلام فقال ان من البیان لسحراً وان من الشعر لحکمۃ۔ اخرجہ ابوداؤد۔ (تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۳۸)

یعنی ایک بدوی کے کلام پر آپؐ نے فرمایا کہ بعض بیان جادو اور بعض شعر حکمت ہیں۔ حالی مرحوم شعر کی تاثیر سے متعلق ایک موقع پر لکھتے ہیں:

بزم سخن میں جی نہ لگا اپنا زینہار
شب انجمن میں حالی جادو بیاں نہ تھا

اشعار کے متعلق ایک فیصلہ:

امام بخاریؒ نے ایک باب الادب المفرد میں اس عنوان سے مقرر کیا ہے کہ الشعر حسن کحسن الکلام ومنہ قبیح یعنی اشعار بھی نثر کی طرح ہیں جس طرح عام کلام میں اچھے و برے مضامین ہوا کرتے ہیں اسی طرح شعروں میں اچھے برے معلومات و مواد ہوتے ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فیصلہ فرمایا، الشعر بمنزلۃ الکلام حسنہ کحسن الکلام وقبیحہ کقبیح الکلام۔

یعنی اشعار کو عام گفتگو کی طرح سمجھو جیسے بعض کلام اچھے ہوتے ہیں ویسے بعض اشعار بھی اچھے ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، الشعر منہ حسن ومنہ قبیح خذ بالحسن ودع بالقبیح۔

(الادب المفرد ص ۱۳۷)

یعنی اشعار اچھے برے ہر قسم کے ہوتے ہیں تو تم کو اچھے اشعار کا انتخاب کر لینا چاہئے اور ناپسندیدہ و ناملائم اشعار کو ترک کر دینا چاہئے۔

اشعار کی سادگی و پاکیزگی:

حضرت حسان بن ثابت وہ شاعر اسلام ہیں جو حقائق دین اور معارف اسلام و محبت رسولؐ وغیرہ پر اپنی سادہ و پرشکوہ اشعار کہتے تھے۔ اسلام سے قبل والی عاشقانہ رنگ نہ پاکر کسی نے کہا "صرم شعرک فی الاسلام" یعنی تمہارے اشعار میں جو رنگ اسلام سے پہلے تھا وہ اب باقی نہیں رہا۔ اب تمہارے اشعار بڑھے معلوم ہوتے ہیں۔ انہوں نے خوب جواب دیا کہ اسلام کذب بیانی سے مانع ہے اور اشعار کی زینت مبالغہ آرائی اور کذب بیانی میں ہے یعنی رائی کو پربت بنا کر دکھانا، قطرہ کو سمندر بنا دینا شعروں میں لطف کی چیز سمجھی جاتی ہے اور یہ چیز اسلام میں ممنوع ہیں شاعر اسلام حضرت حسان کا مقول ان الاسلام یمنع من الکذب وان الشعر یزینہ الکذب، ہمارے شعراء کرام یاد رکھیں تو اچھا ہے۔

(نوٹ) مفکر ملت ڈاکٹر اقبال مرحوم پر بھی ایک ایسا دور گذرا ہے جس میں ان پر وطن پرستانہ خیالات غالب تھے، ایک جگہ لکھتے ہیں:

ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا
بعد کو جب نظر میں بلندی اور فکر میں پختگی پیدا ہوئی تو فرمایا:

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا
چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا

تو نیاز صاحب نے لکھنا شروع کیا کہ اقبال کی نظر اب آفاقی نہیں ہے اسلام میں محدود ہو کر بلند نظری جاتی رہی۔

اشعار کو کذب و مبالغہ سے پاک ہونا چاہئے:

اشعار میں کذب و غلو اور مبالغہ کے وقت ہجو نا جائز ہے اسی طرح شعر گوئی میں ایسا انہماک و اشتغال بھی ناجائز ہے جس سے ذکر الٰہی و تلاوت قرآن کریم و دیگر فرائض کی ادائیگی میں غفلت و کوتاہی ہو دے مگر امام بخاریؒ اور امام بیہقیؒ وغیرہ کی یہی رائے ہے، ملاحظہ ہو باب ما یکرہ ان یکون الغالب علی الانسان الشعر حتی یصدہ عن ذکر اللہ والعلم والقرآن۔

(بخاری ج ۲ ص ۹۰۹ ایضاً بیہقی ج ۱۰ ص ۲۰۰ ایضاً الادب المفرد ص ۲۳۸)

لیکن امام بیہقی اور امام بخاریؒ کی یہ بات کچھ شعر گوئی کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے ہر عمل مباح اور ہر امر مشروع کہ جس میں انہماک و اشتغال کسی دوسرے فریضہ کے ترک اور اسکے ضائع ہونے کا سبب بن جائے وہ بھی اسی طرح ناجائز ہوگا مثلاً مطالعہ کتاب یا تصنیف و تالیف یا تلاوت قرآن پاک یا مشق قراءت میں اگر اس قدر تو غلو ہو کہ اس کی وجہ سے نماز کا وقت نکل جایا کرے۔ یا نماز وغیرہ سے غفلت و لاپرواہی پیدا ہو جایا کرے تو یہ امور باوجود جائز ہونے کے ناجائز ہو جائیں گے۔

(ملاحظہ ہو بیہقی ج ۱۰ ص ۲۰۰)

مدحیہ اشعار میں مبالغہ کی ممانعت:

اشعار میں مبالغہ و اطناب بھی شاعروں کی عادت ہے حضورؐ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک شخص کی بیحد ثناء و احمد و توصیف کر رہا ہے تو فرمایا تو نے اسے خراب و ہلاک کر دیا پھر فرمایا کہ آدمی کو چاہئے کہ اگر تعریف ضروری ہے تو خود ہی بات معلوم ہو اسی حد تک کہئے۔

(بخاری ج ۲ کتاب الشہادۃ باب ما یکرہ من الاطناب فی المدح)

ہجو میں مبالغہ اور غلو ناپسندیدہ ہے:

ہجو میں مبالغہ اور غلو کو بھی حضورؐ نے ناپسند فرمایا ہے۔ فرمایا کہ دو قسم کے آدمی مجرم ہیں ایک وہ شاعر جو پورے قبیلہ کی ہجو کرتا ہے دوسرے وہ آدمی اپنے باپ سے اپنی نسبت کو انکار کرتا ہے۔

آج کل معاملہ برعکس ہے مدح ہوئی تو افراط و غلو کا پہلو نمایاں اور ہجو و مذمت کی نوبت آئی ہے تو تفریط کا پہلو غالب بنا عام طور سے اخلاقی، اصلاحی، انقلابی اشعار بہت کم نظر آتے ہیں، ایسی حالت میں ہمیں اپنے ذوق کے مطابق اشعار کا ایک اچھا انتخاب خود کر لینا چاہئے۔ فرمان نبوت میں اس کی طرف رہنمائی موجود ہے۔

پیشہ ور ہنسانے والے شاعروں کا انجام:

حضورؐ نے فرمایا کہ ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ یضحک بہا جلساءہ یہوی بہا من البعد من الثریا، یعنی شخص ہنسانے کی خاطر شعر و شاعری کرنے والے یا گپ بازی کرنے والے شرابی جیسے بلندی سے پستی کی طرف پھینک دئے جاتے ہیں۔

(مسند احمد ج دوم ص ۲۰۲)

آج نئے ادب نے جنسی مضامین، شہوت انگیز عنوانوں، اور فحش آمیز شعروں کا غالب اختیار کر لیا ہے۔ فرائد کے ان ہنماؤں کا انجام اسی حدیث سے معلوم ہوا۔

عشق و فسق، عیاشی و فحاشی کے اشعار مزاج شرع کے منافی ہیں:

شعروں کی جو حیثیت اسلام کی نگاہ میں ہے ان روایات سے کچھ کچھ اندازہ آپ نے ضرور کیا ہوگا، دراصل وہی اشعار پسندیدہ ہیں جن کا کوئی نہ کوئی پہلو اسلام اور اسلامی روایات سے متعلق ہے وہ اشعار جو محض عشق و فسق، گلی و بلبل کے کا یعنی افسانوں سے معمور ہوں ان کو ہمارا بزرگوں نے ناجائز لکھے ہیں ایسے شعراء قوم میں پست خیالی و عیاشی پیدا کرتے ہیں اور ادب جدید کے نام سے آج قوم کے لئے ادبیوں اور شاعروں میں جو رجحان پیدا ہو رہا ہے اس سے قومی خودی کے اب شاعروں میں

طلاق میں تاخیر سے ۴۳ ہزار اموات

شادی بیاہ کے پرانے قانون کی وجہ سے جنسی بے راہ روی کا زور

سماج کے ایک بہت بڑے طبقے میں یہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ ہندوؤں میں شادی بیاہ سے متعلق موجودہ قانون سے بہت سے ایسے جوڑوں کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جو اُن کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے زندگی گذارنا کسی نہ کسی وجہ سے اب ممکن نہیں رہا ہے، ان دشواریوں کا اندازہ سماجی بھلائی بورڈ کے سیکرٹریٹ میں شائع ہوئے اس جائزے سے لگایا جا سکتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ پچھلے دس برسوں میں ۴۳۰۰۰ عورتوں نے خودکشی کر کے اپنی جانیں گنوا دیں۔ خودکشی کی بڑی وجہ ازدواجی زندگی کی بدمزگی بتائی جاتی ہے اگر طلاق کے آسان اصول اور قاعدے ہوتے تو ان میں سے بیشتر عورتوں کو اس طرح کی خودکشی کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

ہندو شادی بیاہ قانون کے مطابق مختلف حالات میں طلاق حاصل کیا جا سکتی ہے، اگر شوہر بیوی کو چھوڑ کر چلا گیا ہو اور سات سال تک اس کا کوئی پتہ نہ چلے، ظلم کرتا ہو، کسی غیر عورت (یا غیر مرد) ناجائز تعلقات قائم کر رکھے ہوں، نامرد ہو یا حق زوجگی ادا کرنے سے گریز کرتا ہو، یا میاں بیوی میں سے کسی نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہو۔

ہندوستان میں عورتوں کے حالات کا جائزہ لینے والی سرکاری کمیٹی نے کہا ہے کہ موجودہ قانون میں ایسی دفعات ہیں جن کے مطابق طلاق حاصل کرنے والے شوہر یا بیوی کو، عدالتوں کے غیر ضروری چکر لگانے پڑتے ہیں اور کافی پیسہ برباد کرنا پڑتا ہے۔ ان دفعات کے مطابق شوہر یا بیوی، جو بھی طلاق حاصل کرنا چاہے تو انھیں دو سال تک ایک دوسرے سے علاحدہ رہنا ضروری ہوتا ہے سماجی بھلائی میں متعلق بورڈ نے جن سیکڑوں معاملوں کا جائزہ لیا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بیشتر معاملوں میں طلاق کے خواہشمند افراد کو باضابطہ طلاق حاصل کرنے میں پانچ سے ۱۰ سال تک لگ جاتے ہیں اور اس طویل مدت میں نہ صرف انکی ذہنی بلکہ اقتصادی حالت کو زبردست دھکا لگتا ہے۔ اس دوران نہ تو میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی پسند پر کسی مرد یا عورت سے شادی کر سکتے ہیں۔ اس طرح طلاق لینے والے میاں بیوی کی طویل عرصے تک راتوں کی نیندیں حرام تو ہوتی ہی ہیں لیکن ساتھ ہی اگر اُن کے بیچ کوئی تیسرا فریق کوئی مرد یا عورت، ہی ہے تو وہ بھی الجھنوں کا شکار رہتا ہے۔

بمبئی کے ایک ماہر قانون ڈاکٹر اے، گوئیڈانے پریس ایشیا کو بتایا کہ صرف بمبئی ہی میں ۲۵ ہزار ایسے جوڑے ہیں جو برسوں سے پریشانی کی زندگی گذار رہے ہیں اور ابھی تک ایک دوسرے سے طلاق نہیں حاصل کر سکے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ ازدواجی زندگی کی نعمتوں سے محروم ہیں اور سماجی عزت اور احترام سے بھی محروم۔

پریس ایشیا کے ایک سروے سے پتہ چلا ہے کہ دہلی میں بھی تقریباً یہی صورت حال ہے۔ دہلی کی عدالتوں میں طلاق کے تقریباً دو ہزار معاملے دو سال سے بھی زیادہ مدت سے پڑے ہوئے ہیں، ان میں سے تو بعض پانچ پانچ سال سے بھی پرانے ہیں۔ دہلی میں ایسے سیکڑوں معاملے بھی سامنے آئے ہیں جن میں مرد اور عورت میاں بیوی کی طرح رہ رہے ہیں، لیکن انہوں نے باضابطہ کوئی شادی نہیں کی ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ شوہر یا بیوی ابھی تک طلاق پانے میں کامیاب نہیں ہو سکے اس لئے انھیں مجبوراً یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا کیونکہ قانون کے مطابق جب تک وہ طلاق حاصل نہ کر لیں دوسری شادی کر ہی نہیں سکتے۔

طلاق کیوں لی جاتی ہے؟ اس بارے میں سروے کرانے سے پتہ چلا ہے کہ دہلی میں طلاق کے بیشتر معاملے ایسے ہیں جن میں شوہر یا تو مستقل طور سے بیوی کو چھوڑ چکا ہے یا وہ بیوی پر بہت زیادہ ظلم کرتا ہے۔ طلاق کے ۵۰ فیصد معاملوں میں یہی سبب ہوتا ہے۔ تقریباً ۱۵ معاملوں میں مرد کا "نامرد" ہونا یا بیوی کا "ٹھنڈا" ہونا بتایا جاتا ہے تقریباً ۱۶ معاملوں میں میاں بیوی نے ایک دوسرے پر بدچلنی کے الزام لگائے ہیں۔

بمبئی میں طلاق لینے کے لئے جو رجحان پایا جاتا ہے، وہ کافی دلچسپ ہے، وہاں پر بیشتر معاملوں میں میاں بیوی کی طرف سے ایک دوسرے پر غیر مرد یا عورت سے ناجائز تعلقات قائم کر رکھنے کے الزام لگائے گئے اس کے بغیر جو دوسری بڑی وجہ بتائی گئی، وہ شوہر یا بیوی کی طرف سے مذہب تبدیل کرنا ہے۔ چونکہ قانون کے مطابق مذہب تبدیل پر فریق ثانی طلاق لے سکتا ہے، اس لئے طلاق لینے کا یہ سب سے آسان نسخہ بتایا جاتا ہے۔ پریس ایشیا نے جن وکیلوں سے ملاقات کی، ان میں سے بیشتر وکیلوں نے بتایا کہ ایسے جوڑوں میں ایک دلچسپ رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ جب طلاق لینا چاہتے ہیں تو یہ وجہ پیش کرتے ہیں کہ شوہر یا بیوی نے مذہب تبدیل کر لیا ہے۔ ایسا شوہر، بیوی، دونوں کی مرضی سے کہا جاتا ہے ان میں سے ایک اپنا مذہب تبدیل کر دینے کا اعلان کر دیتا ہے اور دوسرا اس بنیاد پر عدالت میں طلاق کی عرضی داخل کر دیتا ہے اور اس طرح بہت جلد یک طرفہ فیصلہ سنا دیا جاتا ہے۔

طلاق کا یہ طریقہ سب سے آسان اور سستا مانا گیا ہے کیونکہ اس طرح ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالنے اور بدنام کرنے کا موقع بھی نہیں ملتا۔ ناجائز تعلقات، ظلم، نامردپن، بیوی کا جنسی طور سے سرد ہونا اور اسی طرح کے دوسرے الزامات میں عدالت کو ہر بات کی تفصیل بتانا پڑتی ہے جب کہ مذہب بدلنے کا الزام کافی سیدھا سادا اور آسان ہے اور اس سے کوئی ایسی صورت بھی پیدا نہیں ہوتی جس میں شوہر یا بیوی کو شرم اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے۔

بیشتر معاملوں میں شوہر یا بیوی مذہب تبدیل کرنے کے اعلان کے بعد طلاق حاصل کر کے کچھ عرصے بعد پھر اپنے پرانے مذہب پر آ جاتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق صرف بمبئی ہی میں پچھلے پانچ برسوں میں ۳۰ ہزار طلاق کے معاملے، مذہب تبدیل کر دینے کی بنیاد پر ہی لئے گئے، اگر قانون میں باہمی رضامندی سے طلاق لینے کے طریقے کو آسان بنا دیا جائے تو پھر یہ ڈرامے کھیلنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ موجودہ قانون میں باہمی رضا یا مرضی سے طلاق لینے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے برعکس اگر عدالت کو یہ معلوم ہو جائے کہ شوہر بیوی طلاق دینے کے معاملے میں ایکدوسرے سے تعاون کر رہے ہیں تو عدالت طلاق کے مقدمے کو خارج بھی کر سکتی ہے۔ یہ ایک مضحکہ خیز صورت حال ہے جس کو فوراً ختم جانا ضروری ہے۔

۱۹۰۳ء سے پابندی کے ساتھ شائع ہونے والے ہندوستان کے مشہور دینی ماہنامہ

الفرقان لکھنؤ کا

تیسرا انتخاب نمبر

زیر ادارت:- مولانا محمد منظور نعمانی

گذشتہ جلدوں کے منتخب اور چیدہ مضامین پر مبنی دو خاص اشاعتوں (جون ۱۹۷۵ء اور جون ۱۹۷۶ء) کی غیر معمولی مقبولیت کے بعد علم دوستوں اور خصوصاً دینی ذوق رکھنے والوں کے لئے الفرقان کی یہ تیسری خاص اشاعت انشاء اللہ جون ۱۹۷۶ء میں منظر عام پر آ رہی ہے۔

قیمت: پانچ روپے ——— سالانہ پندرہ روپے

قریباً دو سو صفحات پر مشتمل یہ خاص نمبر "الفرقان" کے سالانہ خریداروں کو انکی خریداری کے حساب میں پیش کیا جائے گا۔ حفاظت سے طلب کرنے کے لئے ۲/- جرمانہ فیس مزید ارسال فرمائیے (تینوں خصوصی اشاعتیں ایک ساتھ طلب کرنے پر خاص رعایت)

ہمارا پتہ:- منیجر الفرقان، ۳۱- نیا گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ

برائے پاکستان سالانہ چندہ: ۲۵ روپے — خاص اشاعت ۶/۵۰

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ:- سکریٹری ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹر بلین بلڈنگ لاہور

نفسیات

حافظے کی تربیت

محمد اقبال سلمان

قدرت نے انسان کو جن نعمتوں سے بھرپور کیا ہے، اُن میں حافظہ ایک عظیم اور حیرت انگیز قوت ہے۔ انسانی دماغ ایک ایسا گودام ہے جس میں سالہا سال کے تجربے، حادثے، افسانے، لفظ، منظر اور نام جمع ہوتے رہتے ہیں، یا اُسے ایک ایسے کیمرے سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جو مختلف حواس کی مدد سے جو کچھ دیکھتا، سنتا اور محسوس کرتا ہے ان کی تصویریں لیتا رہتا ہے۔ ہم اپنی زندگی کا ہر گذرا اور دیکھا ہوا واقعہ حافظے کے البم میں موجود پاتے ہیں۔

علم افعال الاعضاء (PHYSIOLOGY) کے ماہرین ہمیں بتاتے ہیں کہ انسانی دماغ میں پانچ ارب خلیے ہوتے ہیں۔ ان میں صرف ۵ لاکھ خلیے کام میں آتے ہیں، باقی عموماً خالی پڑے رہتے ہیں۔ اگر یہ تحقیق درست ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ انسان فکر و تفکر اور یادداشت کے لحاظ سے ایسے وسیع امکانات کا مالک ہے کہ اُن کا صحیح صحیح اندازہ لگانا بھی دشوار ہے سارے کے سارے خلایائے دماغی کو آج تک کوئی شخص استعمال میں نہیں لا سکا۔ ایڈیسن جیسا زبردست سائنسدان بھی اپنے دماغ کے ۵ فیصدی خلیے ہی کام میں لا سکا۔ واقعہ یہ ہے کہ انسان اب تک اپنی ذہنی قوتوں سے پورے طور پر آگاہ ہی نہیں ہوا۔

باوجودیکہ قدرت نے دماغ انسانی کی ترتیب میں انتہائی فیاضی کا ثبوت دیا ہے، یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑے گی کہ ہم میں سے بیشمار لوگ دینی لحاظ سے بے حد مفلس اور تلاش میں جہاں ۹۵ فیصدی سے بھی زیادہ لوگ غور و فکر اور جدت و اختراع کی صلاحیتوں سے محروم ہیں، وہاں اتنی ہی بڑی تعداد ان لوگوں کی بھی ہے، جن کے حافظے سخت بودے اور ناقابل اعتماد ہیں۔ شاذ و نادر ہی کوئی شخص ایسا نظر آئے گا جسے اپنے حافظے کی شکایت نہ ہو۔ فراموشی ایک ایسا ہر گیر مرض تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اس کے پردے میں ہر شخص بڑی آسانی کے ساتھ اپنی کوتاہی کی صفائی مانگ سکتا ہے۔ اکثر لوگوں کی خانگی اور کاروباری زندگی زیادہ تر اس لئے بے لطف ہے کہ انکے حافظے وفادار نہیں، وہ عکسوں اور ڈاکٹروں کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں، مگر گوہر مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ ان کی زندگی کا شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہو، جس میں انہیں ندامت، شرمندگی اور معذرت سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

مگر ماہرین علم النفس کی تحقیقات نے ہمیں اطمینان دلایا ہے کہ حافظہ کوئی غیر مفتوح چیز نہیں، اس پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اس کی اس انداز سے تربیت کیجا سکتی ہے کہ وہ ہمارے لئے زیادہ سے زیادہ وفادار ثابت ہو سکے بھول چوک اور فراموشی کے امکانات بہت حد تک کم کئے جا سکتے ہیں، حافظے کی خامیاں دور کر کے اُسے قابل اعتماد بنایا جا سکتا ہے۔ ان تحقیقات نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ یہ انسان کی قوت ارادی پر منحصر ہے کہ جن باتوں کو مفید سمجھے صرف انہی کے نقوش اپنے دماغ کی پلیٹ پر ثبت ہونے دے اور جن کو غیر مفید یا غیر ضروری سمجھے ان سے اپنے حافظے کو پاک رکھے۔

اچھے حافظے کے لئے پہلی بنیادی شرط اچھی جسمانی صحت ہے، اگرچہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس شخص کی جسمانی صحت اچھی ہوگی اس کا حافظہ بھی ضرور اچھا ہوگا، تاہم اچھے حافظے کے لئے اچھی صحت کا ہونا لازم ہے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے حافظے کو کسی ڈسپلن کے ماتحت رکھے، اسے اپنی قوت ارادی میں اضافہ کرنا ہوگا اور قوت ارادی کا قیام تندرستی کے بغیر قریباً محال ہے۔ اگر دماغ کی طرف صحت مند خون سرگرمی کے ساتھ دورہ کرے گا تو حافظے پر یقیناً بہتر اثر پڑے گا بڑھاپے میں حافظے کے زوال کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جسم میں نہ صرف تازہ خون کی افزائش کم ہو جاتی ہے، بلکہ دوران خون بھی مدھم پڑ جاتا ہے۔ ہر اُس شخص کے لئے جو اپنے حافظے کو بہتر بنانا چاہے، لازم ہے کہ قوانین صحت کی طرف پوری پوری توجہ کرے۔ کھانا خوب چبا چبا کر کھائے، گہرے سانس لے، سیر و تفریح کا عادی رہے، محنت اور مشقت کو اپنی زندگی کا دستور بنائے، قبض، زکام اور بے خوابی وغیرہ سے حتی الوسع بچا رہے۔ تمام نشہ آور چیزوں سے بالعموم اور شراب نوشی سے بالخصوص پرہیز کرے۔

ہر انسان کے حافظے میں کوئی نہ کوئی خصوصیت ہوتی ہے۔ جو کچھ خود شاعر کو سے طبعی لگاؤ رکھتا ہے، وہ شعروں کو بہت اچھی طرح یاد رکھ سکتا ہے، دوسری کوئی بھی چیز اس کے حافظے پر گہرا اثر نہیں چھوڑ سکتی۔ جس چیز سے انسان کی محبت اور دلچسپی زیادہ ہوگی وہ اس کے حافظے میں اچھی طرح محفوظ رہیگی جن چیزوں سے رغبت نہیں ہوگی، اُن کا یاد رکھنا اس کے لئے مشکل ہوگا۔ طالب علمی کے زمانے میں راقم الحروف کو زبانوں سے بہت دلچسپی تھی۔ مگر الجبرے سے بہت نفرت۔ نتیجہ یہ تھا کہ جہاں بے شمار محاوروں کی تشریح شکلی الفاظ اور ان کے معنی و دقیق سے دقیق شعر اور ان کے مطالب بلا تکلف یاد ہو جاتے تھے، وہاں الجبرے کا ایک بھی فارمولا کبھی یاد نہیں ہو سکا۔

کسی بھی شخص کا حافظہ ہمہ گیر نہیں ہو سکتا وہ لوگ جو تاریخ میں غیر معمولی حافظے کی وجہ سے مشہور ہیں، ان کے حافظے بھی ہمہ گیر نہ تھے، اگر یہ درست ہے کہ ان میں سے بعض لوگوں کو کئی کئی سو صفحے کی کتابیں ازبر ہوتی تھیں یا جس عبارت کو وہ ایک مرتبہ پڑھ یا سن لیتے تھے اُسے زبانی سنا سکتے تھے، تو یہ بھی عین ممکن ہے کہ دوسرے معاملات میں اُن کے حافظہ ان کا ساتھ نہ دیتے ہوں۔ وہ چہرے بھول جاتے ہوں، وعدے بھول جاتے ہوں، راستے رنگ آوازیں اور تعداد بھول جاتے ہوں۔

بے شک مجموعی طور پر بھی ہمارا حافظہ اچھا ہونا چاہئے لیکن حافظے کی مہارت خصوصی... (SPECIALIZATION) بہرحال مقدم سمجھنی چاہئے۔ جس پیشے یا کاروبار سے ہم عملاً وابستہ ہوں، اس میں جو فرائض ہمارے حافظے کے سپرد ہوں، انھیں وہ کامیاب طور پر سرانجام دے سکتا ہو۔ ایک کلرک کو یہ ضرور معلوم ہونا چاہئے کہ فلاں فلاں کاغذات کون کون سی الماری میں موجود ہیں۔ دستاویزیں کہاں رکھی ہیں اور رجسٹر کہاں، کل شام اس نے کون کون سا کام کس حالت میں چھوڑا تھا اور آج صبح اُسے کونسا کام پہلے سرانجام دینا ہے اور کونسا بعد میں، اپنے دفتر کے ضروری اعداد و شمار، حسابات، بلی، روپے کی وصولی اور ادائیگی کی مقررہ تاریخیں، تمام معمولی اور غیر معمولی فرائض ہر وقت اس کے ذہن میں حاضر رہنے چاہئیں۔ اُسے یاد ہونا چاہئے کہ فلاں فلاں رجسٹروں اور اسامیوں سے دفتر کا بندھا لگا معاملہ کیا ہے، اور اسے کس تاریخ تک کونسا کام تیار رکھنا چاہئے۔ اگر وہ اپنے کام میں غلطیاں نہیں رکھتا، بھول چوک سے بچا رہتا ہے، تو ہم کہیں گے کہ وہ اپنے کام کے لئے موزوں آدمی ہے اور اس کا حافظہ اپنے کام میں مہارت خصوصی رکھتا ہے۔

لیکن اگر کسی شخص نے کوئی ایسا پیشہ اختیار کر لیا ہے جو اس کے میلان طبع کے خلاف ہے، تو اس نے نہ صرف اپنی شخصیت کے ساتھ انصاف نہیں کیا، بلکہ اپنے حافظے کے ساتھ بھی ظلم کیا۔ وہ ہر روز بھولے گا، ہر روز غلطیاں کرے گا، اور ان غلطیوں کو بار بار دہرائے گا یہاں تک کہ اُسے یہ وہم ہو جائے گا کہ وہ نسیان کا مریض ہے، حالانکہ حقیقتاً اس کا حافظہ کمزور نہیں، وہ صرف غلط جگہ کام کرنے کا جرمانہ ادا کر رہا ہے۔ ہر نوجوان کا فرض ہے کہ وہ اپنے میلان طبع کا اچھی طرح مطالعہ کر کے صرف وہ پیشہ اختیار کرے جو اس کی ذہنی تسکین کا باعث ہو اور اگر اُسے حالات نے کوئی غیر موزوں پیشہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہو تو جہاں تک ممکن ہو، مشق اور تربیت کے ذریعے اُس قسم کا حافظہ پیدا کرنے کی کوشش کرے جو عملاً اُسے درکار ہو۔

حافظے کی مشق اور تربیت سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ حافظے کی تعریف کیا ہے اس سوال کا جواب بہت سادہ ہے۔ انسان جو کچھ بھی دیکھتا، سنتا اور محسوس کرتا ہے اس کا اثر و نقش اس کے دماغ پر ثبت ہو جاتا ہے۔ اس اثر و نقش کی تجدید کرنے والی قوت کا نام ہی حافظہ ہے، اگر دیکھتے سنتے یا محسوس کرتے وقت انسان کا دماغ مستعد نہ ہو یا وہ دوسری چیزوں کی طرف مشغول ہو یا نشے، بیماری یا بے توجہی کی حالت میں ہو، تو یہ اثر و نقش بہت مدھم رہے گا اور ضرورت کے وقت اس کی تجدید نہیں ہو سکیگی۔

ہمیں حافظے کا سب سے بڑا قانون یہ ہے کہ جتنا گہرا کسی چیز کا اثر ہوگا، اتنا ہی اُس کا یاد رکھنا آسان ہوگا اور جتنا مدھم کسی چیز کا نقش ہوگا اتنا ہی اس کے بھولنے کا امکان بھی زیادہ ہوگا۔ یہ امر ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ حافظے کی تربیت اور اس کے ضبط و نظم کے لئے جہاں اس امر کی ضرورت ہے کہ بعد مطلب باتیں یاد رہ جائیں، وہاں ایسا کہ آگے چل کر بتایا جائے گا، یہ بھی لازم ہے کہ غیر ضروری باتیں فراموش ہوتی رہیں۔

حافظے کی بہتر تربیت کے لئے صرف اتنا کافی نہیں کہ دماغ پر کوئی گہرا نقش ثبت ہو جائے، تجربے سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بعض ایسے نقوش بھی مٹ جاتے ہیں، جن کے متعلق انسان کا خیال ہوتا ہے کہ وہ عمر بھر باقی رہیں گے، اس اندیشے کا واحد علاج یہ ہے کہ جب کوئی

خاص واقعہ حافظے کی گرفت میں آجائے تو دماغ کو چاہئے کہ اس کے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر کرکے اس کے قیام و استحکام میں مدد دے۔ اعادہ یا تکرار بھی حافظے کے حق میں ایک اچھی عادت ہے جو واقعہ تحریر و تقریر میں دہرایا جائے گا وہ اس واقعے کے مقابلے میں زیادہ عرصے کے لئے یاد رہیگا جسے ایک دفعہ دیکھنے یا سننے کے بعد کبھی بیان نہ کیا گیا ہو۔

لیکن دماغ کا تحقیقی مرکز شناختی (RECALL) جس کے ذریعے حافظے کی پلیٹ پر تصویر اترتی ہے، قوت مشاہدہ (OBSERVATION) ہے یہ بہت کم لوگ اس قوت کے عملی اور صحیح استعمال سے واقف ہیں۔ ایک شخص کے گھر میں برسوں ایک گائے بندھی رہتی ہے، گائے کا ایک سینگ چھوٹا ہے اور ایک بڑا، لیکن وہ نہیں بتا سکتا کہ دایاں چھوٹا ہے یا بایاں۔ ایک شخص سالہا سال ایک دفتر میں کام کرتا ہے لیکن اگر اس سے یہ پوچھا جائے کہ اس کے کمرے میں روشن دان کتنے ہیں۔ تو اسے جواب دینے سے پہلے سوچنا پڑے گا۔ عرصہ گذرا، مجھے ایک دوست جس سے میری نئی نئی جان پہچان ہوئی تھی۔ پہلی دفعہ اپنے گھر لے گیا۔ باوجودیکہ اس کا مکان اس جگہ سے جہاں ہم روزانہ ملتے تھے بمشکل فرلانگ سے بھی کم فاصلے پر ایک کوچے میں واقع تھا مگر جب چند ہی روز کے بعد مجھے اس کے ہاں تنہا جانے کی ضرورت پڑی، تو میرے حافظے نے میری رہنمائی سے صاف انکار کر دیا۔ کوشش کے باوجود میں ان کا گھر تلاش نہ کر سکا۔

یہ بھی اکثر لوگوں کا خیال ہے، دماغ کا ضعف نہیں، بلکہ مشاہدے کی کمزوری ہے۔ جن واقعات یا جن اشیاء سے ہمارا سابقہ پڑتا ہے انھیں ہم آنکھیں کھول کر نہیں دیکھتے۔ انھیں سمجھنے اور اپنے حافظے میں محفوظ رکھنے کے لئے توجہ کی یکسوئی سے کام نہیں لیتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے نقوش ہمارے دماغ پر اتنے مدھم اور دھندلے پڑتے ہیں کہ انھیں دوبارہ ابھار کر بامشکل پہچانا ہے، جا بجا گہرے نقوش کے لئے گہرے مشاہدے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ جب میں دوسری مرتبہ اسی دوست کے ساتھ اُن کے گھر گیا۔ تو میں نے اپنی قوت مشاہدہ کو بیدار کیا کہ راستے کے ضروری نشانات کو ذہن نشین کرتی رہے۔ "چلو ان کی دکان کے ساتھ پیلا موڑ ہے۔ یہ پانی کا پمپ ہے، یہ مسجد کے ساتھ دوسرا موڑ ہے اور چند قدم کے فاصلے پر سبز رنگ کی عمارت کے بالکل سامنے ——بس یہی مکان ہے مجھے یاد رہنا چاہیئے۔"

وہی لوگ زیادہ بھولتے ہیں، جن کی قوت مشاہدہ اُن کے عمل کا ساتھ نہیں دیتی —— عقیدے سے بھی زیادہ وہ لوگ جب کام کرتے ہیں تو اگرچہ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ انکا مشاہدہ ان کے کام پر مرتکز ہے، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اُن کے ہاتھ یا قلم تو واقعی کام میں مصروف ہوتے ہیں، لیکن ان کی قوت فکر یہ مشاہدہ کہیں دور دور پرواز کر رہی ہوتی ہے مشاہدے کے بغیر کام کرنے کی عادت آہستہ آہستہ ان کی ساری زندگی پر حاوی ہو جاتی ہے۔ وہ دیا سلائی کی ڈبیہ تکیے کے نیچے رکھ دیتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر باورچی خانے میں تلاش کرنے لگ جاتے ہیں کیونکہ وہ صرف اس لئے کہ ڈبیہ کو تکیے کے نیچے رکھتے وقت ان کا مشاہدہ کمرے کی کھڑکی سے باہر آسمان پر چھائی ہوئی گھٹا کا گھنا اٹھا رہا تھا یا دیوار کے ساتھ لٹکے ہوئے کیلنڈر کی "سرخ تاریخوں" میں کھویا ہوا تھا۔

توجہ بھی حافظے کا ایک اہم جزو ہے بعض طالبعلم کیوں بہت کم محنت کرنے کے باوجود اپنے اُن ساتھیوں سے جو شبانہ روز دماغ سوزی کرتے ہیں، سبقت لے جاتے ہیں؟ اس لئے کہ جب استاد جماعت میں لکچر دے رہا ہوتا ہے، تو وہ اس کے ایک ایک لفظ کو توجہ اور غور سے سنتے ہیں۔ جو بات انکی سمجھ میں نہیں آتی، دوبارہ پوچھ لیتے ہیں۔ اسطرح انھیں سارا سبق اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتا ہے لیکن اس کے خلاف وہ طالب علم جو لیکچر کے دوران بے خیالی سے بیٹھے رہتے ہیں ان کے کچھ بھی پلے نہیں پڑتا۔ وہ کند ذہن اور غبی مشہور ہو جاتے ہیں۔ انھیں اپنی بے توجہی کا بہت بُرا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔

توجہ ہی وہ چابی ہے، جس سے حافظے کی بند کھڑکیاں کھولی جا سکتی ہیں۔ اپنے ساتھیوں، افسروں، ماتحتوں اور گاہکوں کی ہر بات غور سے سُنی جائے۔ گھر، دفتر اور کاروبار کے فرائض پورے دھیان سے سرانجام دئے جائیں۔ ہر چیز اٹھاتے، لیتے دیتے اور خریدتے وقت پوری توجہ سے کام لیا جائے۔ ۵۰ فی صدی حافظہ صرف توجہ کا دوسرا نام ہے۔

غور و فکر کی عادت بھی حافظے کی بیحد مددگار ہے۔ کسی کام پر سوچ سمجھ کر ہاتھ ڈالنا کام کے دوران میں غور و فکر سے کام لینا اور کام ختم کر چکنے کے بعد اس پر تنقیدی نظر ڈالنا نہ صرف حافظے کا اعتماد بلکہ ذہنی قابلیت میں بھی اضافہ کرے گا۔ روزانہ رات کو بستر پر دراز ہوتے وقت دن بھر کے مشاغل پر چند لمحے سوچ بچار کرنے سے قوت یادداشت مضبوط ہو سکتی ہے۔ اپنے آپ سے اپنی ضرورتوں کے مطابق مختلف سوالات کرنے چاہئیں، مثلاً کس کس شخص سے کیا کیا وعدے کئے۔ کون سا کام کس حد تک سرانجام دیا اور کس حد تک باقی ہے، اسی طرح روزانہ صبح بیدار ہوتے وقت دن بھر کا پروگرام ذہن میں مرتب کر لینا چاہیئے۔ مثلاً آج نماز اور کلیم کو خط لکھنے ہیں، فلاں فلاں کاغذات مکمل کرنے ہیں، بازار سے بلب کی لینی، اُون اور جرابیں خریدنی ہیں، لائبریری کی کتاب واپس کرنی ہے۔ دفتر سے لوٹتے وقت کیلاش سے ملاقات کرنی ہے۔ وغیرہ۔ روزانہ دونوں وقت یہ معمول حافظے کی صحت کے لئے بیحد کارآمد ثابت ہوگا۔

اچھے حافظے کے حصول کے لئے اعادے یا تکرار کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ماضی کے فارمولے، نظمیں، نسخے اور ڈرامے کے پارٹ بار بار رٹنے ہی سے یاد رہیں گے۔ لیکن کسی چیز کو طوطے کی طرح رٹنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ مفہوم کی طرف بھی توجہ ہونی چاہیئے۔ دل ہی دل میں رٹنے کے بجائے بآواز رٹنا بہتر ہے۔ یہ عمل صبح و شام سیر کے دوران میں یا مطالعے کے کمرے میں یکسوئی کے ساتھ سرانجام دینا چاہیئے۔ اسی طرح جن واقعات کو اپنی بیوی یا خاوند یا کسی دوست سے بات چیت کی شکل میں دہرایا جائے گا۔ وہ حافظے میں زیادہ اچھی طرح محفوظ رہیں گے۔ کچھ عرصہ پہلے مجھے ۵۰ فی صدی ملاقاتیوں کے نام یاد نہیں رہتے تھے۔ اب شاذ و نادر ہی کوئی نام بھولتا ہوگا کیونکہ اب میں تعارف کے دوران ہی انکے نام دُہرا لیتا ہوں —— "یہ ہیں میرے دوست کیپٹن جلیل احمد، اور یہ صوفی عبدالحکیم"۔ میں صاحب کرتے وقت دل ہی دل میں دہراتا ہوں "کیپٹن جلیل احمد اور صوفی عبدالحکیم" اگر میں یہ سمجھوں کہ دونوں صاحب مجھے آئندہ بھی ملتے رہیں گے، تو اُن کے چلے جانے کے بعد پھر اُن کا نام دُہراتا ہوں —— کیپٹن جلیل احمد صوفی عبدالحکیم"۔

ایک باقاعدہ اور باترتیب طرز معاشرت بھی حافظے کی اصلاح و ترقی میں بہت مدد دے سکتی ہے۔ عام طور سے دیکھنے میں آیا ہے کہ جن لوگوں کی زندگی باقاعدگی اور ترتیب سے خالی ہو، وہ بھلکڑ ہوتے ہیں۔ خانہ داری کا سب سے اچھا اصول یہ ہے کہ برتن، لیمپ، دیا سلائی، پالش کی ڈبیاں، چاقو، چمچے، دواؤں کی شیشیاں، چابیاں، کتابیں، بچوں کے کپڑے اور کھلونے وغیرہ سب اپنے اپنے مقررہ ٹھکانوں پر اس ترتیب سے رکھے جائیں کہ ضرورت کے وقت ایک منٹ بھی تلاش و جستجو میں ضائع نہ کرنا پڑے، جو چیز جس جگہ سے اٹھائی جائے، استعمال کرنے کے بعد وہیں رکھ دی جائے۔ جو لوگ باورچی خانے کی چیزیں اٹھا کر کتابوں کی الماری میں رکھ دیتے ہیں، وہ جان بوجھ کر اپنے حافظے کو پریشان کرتے ہیں۔ گھر سے باہر دفتر یا دکان میں بھی ترتیب اور قرینے کو بہرحال مقدم سمجھنا چاہیئے۔ میز کے دراز اور الماری کے خانے الگ الگ چیزوں کے لئے وقف ہونے چاہئیں۔ کسی میں اسٹیشنری، کسی میں ڈاک، کسی میں بل اور وچر، کسی میں ریکارڈ اور کسی میں فائل مختصر یہ کہ کسی بھی موقعے پر یہ سوچنا پڑے کہ فلاں چیز کہاں، کس سے ہے۔ حافظے پر غیر ضروری بوجھ ڈالنا عقلمندی میں داخل نہیں۔

اچھے حافظے کے خواہش مند کو فکر و تشویش کی غلامی ہرگز قبول نہیں کرنی چاہیئے۔ ماضی کی تلخیاں اور غلطیاں ماتم کے ساتھ رخصت ہو گئیں۔ انھیں یاد کر کے اور اُن پر پچھتا پچھتا کے اپنے دماغ کو کیوں نڈھال کیا جائے؟ مستقبل کی فکر ماضی کے پچھتاوے سے بھی زیادہ فضول ہے۔ کسی نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ "عظیم ترین مصیبتیں وہی ہیں جو کبھی نہیں آتیں"۔ ہم کیوں فرضی مصائب کو اپنے ذہن و دماغ پر مسلط ہونے کی اجازت دیں؟ حافظہ ہمارے دماغ کا بے بدل جوہر ہے۔ اُسے بیتے ہوئے دُکھوں اور آنے والے غموں کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔

بچوں کا حافظہ کیوں اچھا ہوتا ہے۔ اُنہیں سیکھنے اور یاد رکھنے کی صلاحیت کیوں زیادہ ہوتی ہے؟ مشاہدے کے علاوہ اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ان کے فکر و غم کے زہریلے اثرات سے پاک ہوتے ہیں۔ حافظے کی صاف، بے عیب پلیٹ پر ایسے روشن اور گہرے نقوش پڑتے ہیں کہ وہ کبھی محو نہیں ہوتے، ہر شخص کو اپنے بچپن کے کئی واقعات یاد ہوں گے۔ خود مجھے اپنی چار پانچ سال کی عمر کی کئی چھوٹی چھوٹی باتیں اب تک یاد ہیں۔ قریباً ۲۷ سال پہلے کی باتیں۔

اب اگرچہ ویسا ہی صاف و شفاف حافظہ ناممکن ہے —— کیونکہ ہمارے فرائض، اشغال، تعلقات اور احساسات بہت پھیل چکے ہیں، ہماری ذہنی مصروفیتیں بہت بڑھ گئی ہیں۔ لیکن حافظے کو غیر ضروری الجھنوں سے اب بھی بہت حد تک محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ ہمارا حافظہ صرف انہی یادوں اور یادداشتوں سے معمور رہنا چاہیئے جو عملاً ہماری زندگی میں مفید ثابت ہوں، ہماری ترقی اور کامیابی کی ضامن ہوں۔ جو شخص اپنے دماغ کی کھڑکی پر بُری بھلی بعقول و غیر معقول یاد کے لئے کھڑکیاں کھلی رہنے دیتا ہے، وہ دراصل اپنے حافظے کو "کباڑیے کی دُکان" بنا دیتا ہے۔ بہتر یہ ہے، کوئی فضول بحث نہ کیجائے، کوئی لغو بات نہ سُنی جائے، کوئی مہمل کتاب نہ پڑھی جائے، کوئی غیر ضروری بات یاد رکھنے کی کوشش نہ کی جائے۔

کوئی صدمہ اتنا قیمتی نہیں ہو سکتا کہ اس کی یاد ہمیشہ کے لئے اپنے دماغ میں محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض صدمے اور حادثے جسم و روح پر نہایت مہلک اثر ڈالتے ہیں۔ بعض لوگ جو انکی تاب نہیں لا سکتے، پاگل ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ صورت حال کسی شخص کی قوت و اختیار سے باہر ہو تو نابل معافی ہے، ورنہ یہ جائز نہیں کہ جان بوجھ کر

(بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

ایک دردمند باپ کا خط اپنی نوبیاہتا بیٹی کے نام

پیاری بیٹی دُلہن!

سلامِ مسنون۔ جیتی رہو، دعائیں

ان گنت شادیوں میں ماں باپ نے اپنے بچے، بچیوں کے لئے نصیحتیں لکھی ہیں، دوستوں نے سہرے پڑھے ہیں۔ عزیزوں نے تہنیت نامے پیش کئے ہیں مگر رسم کے بوجھ تلے دب کر اب یہ چیز بھی اپنا اثر کھو بیٹھی ہے۔

میرا یہ خط نہ رسم ہے نہ رواج۔ یہ تو میری آجتک کی کمائی ہے، جو پڑھنے عمل کرنے، اور تجربے نے مجھے دی تھی۔ وہی آج اپنی پیاری بیٹی کو سونپ رہا ہوں اس امید پر کہ میری بیٹی اسے شادی کی ٹھنڈی سمجھ کر بھلا نہ دے گی۔ بلکہ ایک دردمند دل کا پیام سمجھ کر ہر مہینے اپنی شادی کی تاریخ پر پھر ایک نظر دیکھ لیا کرے گی۔

بی بی! ایک اچھی بات کسی نے کہی تھی۔ انسان جب دنیا میں آتا ہے۔ تو وہ روتا ہے اور سب خوشی کے ہنستے ہیں۔ اُسے چاہیئے کہ وہ دُنیا سے ایسے جائے کہ وہ ہنستا ہوا رخصت ہو اور سب اس کے لئے رو رہے ہوں۔

میری دعا ہے کہ اپنے اس گھر سے بچھڑنے کا غم لے کر چاہے تم آنسوؤں کے ساتھ وداع ہو۔ مگر سب گھر والے اس پر مطمئن اور خوش ہوں کہ ہماری بچی انشاء اللہ جہاں جائے گی، بہار ساتھ جائے گی اور پھول کھل اٹھیں گے۔ اور بیٹی یہ بھی دعا ہے کہ سسرال کے بعد ایک گھر اور آنے والا ہے ابدی گھر۔ خدا کرے تم ایسی زندگی گذارو کہ وہاں کے ہیروں کے ترشے ہوئے گھر کو اپنی مہمانداری کے لئے سجا سجایا پاؤ۔ اور وہاں بھی اپنے پیاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنو۔ آمین!

بی بی! ہر نئی جگہ جانے سے پہلے اس کی تیاری کرنی پڑتی ہے، سامان ساتھ لینا ہوتا ہے۔ یہ تمہارے مالک کی کتنی بڑی دین ہے کہ دنیا میں بھیجنے سے پہلے ہی اس نے سارا سامان باندھ کر خود تمہارے ساتھ کر دیا۔ یہ اچھی آنکھیں، یہ چہرہ، یہ ہر وقت کام کے لئے تیار ہاتھ پاؤں۔ یہ جاننے، سوچنے، سمجھنے کی قابلیت، بھلائی برائی کی تمیز، کتنا سارا مال و اسباب بنا مول لئے، تم کو ملا ہے کہ اس کی قیمت چکانا چاہتی ہو تو آنکھوں کو شوہر کے علاوہ کسی اور طرف مت اٹھانا۔ منہ کھلے تو ایسے موتی برسیں کہ سُننے والے جھولیاں بھر لیں، کان صرف اچھائیاں سنیں اور نیت، قوہ، کھوج، کرید کو اندر جانے کا راستہ تک نہ ملے۔ ہاتھ انھیں تو کسی بے آسرا کو سہارا دینے، اور محروم کو اس کا حق دینے کے لئے پاؤں شرم کی راہ پر اُٹھیں اور جہاں یہ حد ختم ہو دیں جم کر کھڑے ہو جائیں —— دیکھو تو کتنا عجیب سودا ہے یہ۔ مالک کا مال مالک کی پسند سے خرچ کر دیں حساب چکتا ہوا، اور پھر آنیوالی ہمیشہ کی زندگی کا نفع الگ سے ملتا ہے، تم جس خدمتگار سے خوش ہوتی ہو۔ اجرت کے ساتھ اسے انعام بھی تو دیتی ہو۔ پھر اپنے آقا کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ تو بے حساب انعام عطا کرے گا۔

دل ہو وفا پسند، نظر ہو حیا پسند
جس مُنہ میں یہ وصف ہو وہ ہے خدا پسند

دُلہن بیٹی۔ دوسرا سامان وہ ملتا ہے جو تم آنکھ کھولتے ہی اپنے چاروں طرف پاتی ہو۔ نثار ہونے والے ماں باپ اور بزرگ پیار کرنے والے بہن بھائی اور عزیز، علم اور تربیت کے گہنوں سے سجانے والے نیک خواہ۔ پھر یہ اچھا گھر، اچھا کھانا، اچھا پہننا —— یہ اُن گنت احسان بھی تو تم سے کچھ چاہتے ہیں۔ پیار اور شفقت کرنے والوں کا حق تم پر یہ ہے کہ اُن کو تم سے ہمیشہ عزت، خدمت اور پیار کا برتاؤ ملے وہ تم کو ناشکرا، غافل اور خود پسند نہ پائیں اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا بدلہ یہ ہے کہ تم ان کو بھلے ڈھنگ، بھلائی کرنے اور بھلائی پھیلانے کے لئے برتو، ان کو اپنے لئے جینے کا سامان سمجھو۔ ان کی خاطر نہ جیو۔

آج جو لڑکی بہت کر کے اپنے شوہر سے کہہ سکے کہ "اللہ۔ میری خاطر اپنی عاقبت خراب نہ کیجئے گا، آپ جو کچھ بھی بھلے طریقے سے کما کر لائیں گے وہی میرے لئے ایک خزانہ ہوگا میرے دل رہی کے لئے آپ کو کوئی غلط راستہ اپنانے کی ضرورت انشاء اللہ کبھی نہیں پڑے گی" —— میری بیٹی۔ ایسی لڑکی اپنے دولہا اور اپنے سارے نسب سے بڑا احسان کر گئی اور اپنے شوہر کو ہزار خرابیوں سے بچا لیجائیگی۔!

دنیا کے سب سے بچے انسان (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "آدمی کہتا ہے، یہ میرا مال، یہ میرا مال۔ کہاں ہے اس کا مال؟ وہ سوائے اس کے جو اس نے کھا لیا وہ بچ گیا۔ جو پہن لیا وہ پھٹ گیا اور جو خرچ کر دیا وہ (مالک کے پاس) جمع ہو گیا۔ باقی مال تو سب اس کے وارثوں کا ہے"۔

اپنے چاروں طرف اس سچی بات کے پھیلے ہوئے ثبوت دیکھو۔ ہزاروں گز زمین پر شاندار کوٹھیاں کھڑی ہیں۔ جن کے مکین صرف ڈھائی گز زمین پا سکے ہیں اور ان کوٹھیوں میں وارث بیٹھے ہیں جو بھی چند دن کے لئے۔ وہ کاروبار جو اپنے کمانے والے کے کام آنے کے بجائے، دوسروں کی خوشحالی پوری کر رہے ہیں۔ وہ زیور، وہ نرخی برق لباس جو سال میں ایک دو بار دلہن دکھاوے کے لئے گلے کے سامان کی طرح پہنے جاتے تھے سب اپنے پہننے والوں کے بجائے کسی اور کا چاؤ پورا کر رہے ہیں۔

ایک اور سچے اور معصوم انسان (مسیح علیہ السلام) نے انجیل میں کہا تھا: "اپنے واسطے نہ مال مت جمع کرو جہاں کیڑا اکلتا، زنگ لگتا اور چور چراتا ہے۔ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو۔ قربتی اپنا مال اپنے ہی کام میں زیادہ لاتا ہے کچھ دوسروں ہی کے لئے چھوڑ جانے کی بھول کرتا۔ کھا اور پہن تو بھی جو بچے اسے وہاں جمع کر دو جہاں کوئی کھٹکا نہیں۔ دنیا میں محبت ملی رہوگی اور آخرت میں بھی بلکا حساب ہو کر گھنٹہ دو گھنٹے میں چھٹی مل جائے گی۔ انشاء اللہ

جی چاہتا تھا کہ اپنی بیٹی کو اس خوشی میں اچھے سے تحفے دوں مگر ایسے تحفے نہ تمہیں دے سکتا ہوں۔ جس سے دنیا بن سکے اور آخرت سنور سکے۔ اللہ کرے تم دونوں اس تحفے سے بھرپور فائدہ اٹھاؤ۔

جی یہ بھی چاہتا تھا کہ اپنی بچی کو اپنی آنکھوں سے دُلہن بنا دیکھوں۔ سر پر ہاتھ پھیر کر پیار سے گلے لگا لوں۔ مگر میں مجبوری کے کٹہرے اور بے بسی کی جاگیر داری میں گھرا ہوا ہوں۔ اگر مالک دو جہاں کی ابھی یہی مرضی ہے تو میں خوشی سے اس پر راضی ہوں مگر دعائیں تو دنیا میں کسی کے روکے نہیں رکتیں۔

خدا پہ ظاہر اجھا راز نہیں ہے
پرواز اسیر پر پرواز نہیں ہے

اللہ تم کو بہترین جیون ساتھی دے۔ بہترین زندگی دے۔ بہترین کمائی دے، بہترین اولاد۔ اور سب کے لئے یہ شادی بابرکت ہو۔ آمین

تمہاری دعاؤں کے ساتھ
(م۔ ک)

بقیہ صفحہ ۱۰: حافظے کی تربیت

کسی صدمے کو ہر وقت تازہ رکھنے کی کوشش کی جائے۔ انگلستان کا مشہور مصنف ہربرٹ این کیسن (HERBERTN CASON) ایک عورت کا ذکر کرتا ہے جو اپنے دو بچوں کی موت کے بعد ان کی تصویریں سامنے رکھ کر روزانہ ایک گھنٹہ رویا کرتی تھی۔ باوجودیکہ اس کے تین بچے زندہ تھے، لیکن گذرے ہوئے بچوں کی یاد میں اُس نے اپنی اور اپنے کنبے کی زندگی اجیرن بنا رکھی تھی۔ کیسن اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"میری رائے میں یہ ایک دردناک غلطی تھی۔ اسے اپنے صدمے کو بھولنے کی کوشش کرنی چاہیئے تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رنج و غم اس نعمت کا ایک جزو ہے جو ہم زندگی کے بدلے ادا کرتے ہیں۔ قیمت اتنی زیادہ نہیں ہونی چاہیئے کہ ہم اپنی مسرتوں کا دیوالہ ہی نکال دیں"۔

لیکن بھولنا بھی ایک فن ہے جو شخص قابل فراموش باتوں کو فراموش نہیں کر سکتا، وہ اپنے حافظے کی تعمیری صلاحیتوں کے ساتھ ناانصافی کرتا ہے۔ جب بھی دل پر غم و تشویش کا بوجھ محسوس ہو اسے اتار پھینکنے کی ترکیب سوچنی چاہیئے۔ تجربہ بتاتا ہے کہ تنہائی میں حافظے کے کرشمے "نقش فریادی" آتے ہیں۔ لہٰذا رنج و پریشانی کی حالت میں کبھی تنہا نہیں رہنا چاہیئے۔ جہاں تک ممکن ہو، اپنا زیادہ سے زیادہ وقت دوستوں کی صحبت میں گزارا جائے۔ بیکاری اور بیماری کا آپس میں گہرا رشتہ ہے۔ اسی لئے حتی الوسع بیکاری سے اجتناب کیا جائے۔ مصروفیت کیلئے خود ایک دل بہلاوا ہے۔ دل کے زخم مندمل کرنے کے لئے مصروفیت وقت سے کہیں بہتر مرہم ہے۔

اپنے اپنے حالات کے مطابق ہر ممکن تجویز پر عمل کیا جائے جس سے پریشانیوں سے نجات ملے۔ پریشان آدمی کا حافظہ کبھی قابل اعتماد نہیں ہو سکتا۔

یہ بیسوئے موئے اصول جن کی مدد سے ہم اپنے حافظے کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ اُسے بہتر اور مفید بنا سکتے ہیں۔ اس حقیقت میں کوئی مبالغہ نہیں کہ تمام وہ لوگ جنہوں نے زندگی اور سائنس کی کوئی نمایاں خدمت سرانجام دی ہے دوسری خوبیوں کے علاوہ اچھے حافظے سے بھی بہرہ مند تھے۔ ہمیں بھی اگر ہم اُن کی راہ پر چلنا چاہتے ہیں، اپنے حافظے کی تربیت سے غافل نہیں رہنا چاہیئے۔